

مفاتیح الاسرار التراویح

تالیف ۱۹۹۳

جامع مقول و منقول ابو عبد البر المعروف ببولوی محقق

ملقب از بنیور طوسی کالج پنجاب بلقب فضیلت درجہ اول

تراویح نامزد مولوی دم رسول مرحوم ساکن قلعہ مولانہ تانہ اوشان

حسب

فرائین شریعتی تاج کتب شہر لاہور

۱۲۹۲

در مطبع محمد واقع لا مطبوعہ

۱۹ < ۹

الف ۲۸

فن خنبر
کتاب منبر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله سخره واستعينه واستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور
ومن سيئات اعمالنا من بھمة الله فلا مضل له ومن بضل فلا هادي له ونشهد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله اما بعد
عبد البر المدعو **محمد غصنفر** عرض کرتا ہے کہ ایک سالہ سنی رسالہ تراویح بجواب فتویٰ حضرت
مولانا مکرمنا مولوی محمد حسین صاحب استفیضہم درابعم ثبوت نیت بست گفت تراویح نظر
سے گزرا جو کہ بظاہر نامزد مولوی غلام رسول صاحب ہے لیکن درحقیقت تالیف ان لوگوں کی
معلوم ہوتی ہے جو انکی شاگرد و پیروں اور تراویح قلعہ مہمان سنگد میں دعویٰ تقدائی کرتے ہیں اور
عالمین بالحدیث پر لے دھر کہتی ہیں چنانچہ جو بات ذیل اس بات کی موید ہیں اول یہ کہ ستین
بجلی و نامہ منی کے بابتین بہت ہیں جو مولوی صاحب رحمہ کی شان کے بعد ہیں دوم یہ کہ اسمکات
ناشائیتہ جیسی شرم غنی و غالی و اتمام بطعن صحابہ تا بعدین نسبت پی حضم کے مندرج کئی ہیں یہ
بہی و کئی عادت و اخلاق کے خلاف ہی سوم صادر ہونا اولن کلمات کا مولوی صاحب رحمہ سنی قطع
نظر اس سے کہ انکی اخلاق اسکے کذب ہیں نسبت مولینا صاحب سلمہ کی نہایت ہی بعید ہی کیونکہ
مولوی صاحب رحمہ کو مولینا صاحب سلمہ سی کمال درجہ کا اتحاد تھا کہ حاضر و غایب کی مزاج تھی اور

علم و فضل خصوص علم حدیث میں اونکو اپنے سے زیادہ جانتے تھے اور اگر کوئی غایب نہ کچھ پوچھتا تھا تو اس میں انکے فتویٰ کا حوالہ دیتے تھے اور بہت لوگوں کو رعبت لاکر دے سکتا تھا وہ سبیل دین کے افویٰ حد میں بھیجتے تھے چنانچہ اکثر سکائی ہوئے برہمات روشن چھپے ہیں ایسی شخص سے مولنا کی نسبت ان کلمات کا صادر ہونا تک مستور ہے چہارم رکات الفاظ عبارت رسالہ نذر اد پر گندگی مضامین اسپر شاہد مولوی غلام رسول صاحب کے حوم تو بڑی فارسی ان ہی اور اس سالہ کی عبارت محض پھر و پوچ ہی چنانچہ ناظرین پر مخفی نہ ہوگا اس واسطے اسکے جواب میں اردو خطاب کیا اور بعض جگہ اس سالہ کے طرز بیان کو بھی بدل کر طرز شائیتہ سے نقل کیا گیا ہی علاوہ اسکی اصل فتویٰ ہی اردو میں تھا اسکا جواب الجواب ہی اردو ہی میں بنا سہتا اور اس میں تعہیم عام ہی مقصود ہی خیم ہیہ سالہ افویٰ وفات کی ایک سال بعد ظاہر ہوئے افویٰ زندگی میں اسکا ذکر ہی نہیں بنا گیا اور جب یہ رسالہ چھپنی لگا تو ضیاء الدین علی طبع اس سالہ کو جو تعلیم آدمی ہی مولنا مولوی محمد حسین صاحب نے طلب کر کے استفسار کیا کہ یہ سالہ کسکی تصنیف ہے مولوی صاحب حوم کی وقت میں کیوں ظاہر ہوا اونی جواب میں کہا کہ مولوی صاحب نے عاقبت اندیشی سے اسکی اشاعت کو مصلحت نہ جانا افویٰ وفات کے بعد مولوی علاؤ الدین غیرہ نے اسکو مرتب کیا اور محکمہ اسکی چھاپنی کے اسی چھاپر اگر یہ بیان اسکا صادق ہی تو یہ پوری دلیل اس بات کی ہے کہ مولوی غلام رسول صاحب کی تصنیف نہیں اور اگر کچھ ہے ہی تو نفس سبیل افویٰ طرف سے ہوگی باقی طعن و تشنیع و کذب اتہامات سبب نہیں حضرات کی طرف ہونگی اور چونکہ اظہار حق اور دفع اتہام بحکم اتقا مواضع التہم لازم تھا لہذا اسکی جواب میں قلم اٹھایا جاتا ہے غوا یہ مولوی صاحب حوم کی تصنیف ہو یا اون مفسرین کی میں اول بیان افویٰ فقر کا اور جواب اسکا تحریر میں آتا ہی من بعد جواب مضامین سالہ کا جو تعلق واقعی مضمون فقور کے میں لکھا جاویگا پس سننا چاہیے کہ فقر اس میں یہ ہے کہ جناب مولوی محمد حسین صاحب کی نسبت اس میں لکھا ہی کہ وہ بیس کعت کو ناجائز کہتی ہیں اور اسکو بدعت ٹھہراتی ہیں اور صحابہ تابعین و امیر مجتہدین میں کعت پڑھنی والوں کو مخالف سنت بتلاتے ہیں چنانچہ یہ فقر افویٰ صفحہ ۵۲ و ۵۱ وغیرہ میں موجود ہیں میں جواب اسکا یہ ہے کہ اولاً افویٰ فتویٰ میں اصل سے آخر تک کہیں لفظ عام جواز بہت کعت یا بدعت ہوئی اس امر کا یا مخالف سنت ہو اس کے عاقلین کا

نہیں ہے ثانیاً یہ کہ وہ پر ملا ان الفاظ سے انجاری ہیں بلکہ بیشافہ ضیاء الدین مذکور کے شدہ
 سے کہہ چکے ہیں کہ میں اسکو بدعت و ناجائز نہیں کہتا فقط اتنا ہی کہتا ہوں اور یہی فتویٰ میں
 لکھ چکا ہوں کہ سنت ہونا میں کعت کا ثابت نہیں اور کوئی حدیث اس باب میں صحیح نہیں اور اگر
 نفی سنت ہونی بہت کعت اور دعویٰ ضعیف اسکی حدیث ہی بدعت و ناجائز ہونا کوئی تراش
 کرے تو حیلہ و سکا اقرار ہی جسکی جواب میں اوسنی کہا کہ اگر اقرار ہے تو مولوی غلام رسول کا ہی ہم تو
 اوکی طرف سے ناقل میں ہر اسکو کہا گیا کہ بعد علم اس بات کے کہ میں اسکو بدعت نہیں کہتا مگر اس
 اقرار کی اشاعت کی کیونکر مجاز ہو اور کھن یا لہر کد یا ان بحدت بکل جاسمع سے کس طرح بخون
 ہو گئی اس پر ہی وہ اشاعت اس اقرار سی باز نہ کیا۔ اب میں واسطو تصدیق بیان مولانا محمد
 صاحب سلمہ کی اوکی فتویٰ کو نقل کرتا ہوں ہر اوکی تائید میں اور علمای ضعیفہ و شافعیہ و حنفیہ
 کی عبارات نقل کر دینگا تاکہ سب کو سپر واضح ہو کہ نفی سنت ہونی میں کعت کی اور دعویٰ ضعیف
 حدیث بہت کعت یہ فقط مولانا صاحب سلمہ کی تفرد ہے نہیں بلکہ اور جو علمای خلاف و
 سلف اوکی ساتھ و متفق ہیں اور میں حکم بدعت و ناجائز ہو تراویح میں کعت کا بھی نہیں
نقل فتویٰ جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب محدث عدم
ثبوت سنت ہونی میں کعت کے باب میں بہت رکعت تراویح
 کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت سی ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور بیہقی نے نقل کیا ہے
 کہ آنحضرت میں کعت پڑھتی سو ضعیف ہے چنانچہ اقبال کیا اس امر کا حقیقہ ہے ہی مثل شیخ ابن ہمام
 اور عینی اور شیخ عبدالحق اور ملا علی قاری اور جو حضرت عمر رضی موطا میں ہے اب ہی کہ اوکی
 وقت میں میں کعتیں پڑھی گئی ہیں وہ بھی ضعیف ہے جاسلمی کہ اوکی راوی زید بن وائل
 حضرت عمر کو نہیں پایا اور نہ دیکھا یہ بات کبیری شرح نیتہ اصلی میں لکھیے جکا ہی چاہی
 اور اسی اسکی کوئی حدیث کتاب الترمذی الصحیح کی یا مسند الصحت پائی نہیں جاتی اور جو مولانا شاہ
 عبد الغفری دہلوی اور شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہی کہ صحابہ میں کعتیں پڑھیں وہ ہمارے
 روایتوں کے ہے اور ضعیف حدیث کو قبول کر کے یہ بات کہی ہے ورنہ درحقیقت صحیح روایت میں
 باب میں کوئی نہیں پس جس نے آنحضرت کی قول و فعل سے محبت ہوگی وہ آنحضرت کی فعل چلیکا

اور جسکو اپنی تہذیبوں اور شاخوں سے زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگرن کے قول و فعل چنگا
 مان کر یہ دعویٰ ہے کہ انکا فعل و قول کسی حدیث آنحضرتؐ کی موافق ہے تو لازم ہے کہ اوس
 حدیث کا آنحضرتؐ کی حدیث سے پتا بتلا دی ورنہ عالمین سنت کو معاف فرما دیں اور اگر یہ بیان
 کہ میں رکعت پڑھنی چاہی دو نون فریقین یعنی آنحضرتؐ اور اصحاب کی سنت پر چلی تو دفعہ اسکا یہ
 کہ ہرگز نہیں جنہی میں رکعت شفع شفع پڑھی اور سنی کیا رکعت جو ترجمہ ادا کی اسلئے کہ مہلت
 صورت کو تانہ میں پورا داخل ہے اور وہ اسکا یہی اسلئے جو شخص مغرب چار رکعتیں پڑھی
 اوسکی نماز مغرب باوجودیکہ چار کی صفت میں تین موجود ہیں ادا نہ ہوتی ایسا ہی جنہی تراویح میں
 رکعت پڑھی اوسکی گیارہ رکعت مسنون ادا نہ ہوتی و اسلئے علم تمام ہوئی عبارت فتویٰ مذکورہ کی
 اس ظہرین غور کریں کہ ہمیں کہاں ان اطلاق بدعت دای بیت رکعت پڑھی اور کہاں کسی صحابہ
 یا تابعین یا مجتہد سے نبوت بیت رکعت تسلیم کر کے اسکو مخالف سنت کہا ہی آئین تو صحت اور
 بیت رکعت سے انکار ہے اور سرے صحابہ یا تابعین اور تابعین سے بیت رکعت کا سنیں یا نہ ہی ہے
 انکا فعل مانکر اور سنی ثابت جاکر اسکو بدعت و مخالف سنت کہا ہی اور اگر ان منقرضین نے انکا
 سنت بیت رکعت اور تضعیف اسکی حدیث کی بدعت کرنا سفتی کا نکالنا ہے تو اوسکی نادانی
 اور اس سے ہماری دس دعویٰ کی تائید بخلتی ہے کہ یہ سالہ مولود صیاب مرحوم کا نہیں اسلئے کہ ایک
 کے سنت نہ ہوتی سے بدعت ہونا اسکا لازم نہیں آتا ہے کیا بعد مرتبہ سنت سو بدعت کی اور کوئی
 مرتبہ استحباب یا بابت کا باقی نہیں رہتا ایسا ہی کسی حدیث کی تضعیف اور اسکی مضبوط بدعت
 تضعیف کنندہ کی زعم میں لازم نہیں آتا کیا علما محدثین مجتہدین میں سلف خلف تک
 ایک دوسرے کی حدیث کی تضعیف نہیں کرتا اگر اسی انکا سنت ایک امر اور تضعیف اسکی دلیل سے بدعت
 ہونا اوس امر کا منکر و مضعف کی زعم میں لازم آتا ہی تو بہت علما ہی سلف و خلف میں ایک دوسرے
 کے نزدیک منبوع ہونگی خصوصاً میں رکعت پڑھنی والی نزدیکاً کا بر خفیہ و تحیر کی جو اسکی سنت منکر
 سکھ میں اور اسکی تحدید کے آنحضرتؐ انکاری ہیں اور اسکی حدیث کی تضعیف کرتے ہیں اے
 اولن علما کی جو سنت ہوتی میں رکعت کی نفی کرتے ہیں اور اسکی حدیث کو تضعیف قبلاتے ہیں و اسلئے
 تصدیق اس مضمون کی نقل کیجاتی ہیں فتح القدیر میں ہے جو ابن ہمام حنفی کی تضعیف ہے

فحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشر بالاولى في جماعة فعليه السلام وتركه بعد افاذته لولا خشيت ذلك لواطت ولا شك في تحقق الامر بذلك بوفاة صلى الله عليه وسلم فليكون سنة وكونها عشرين سنة للخلفاء الراشدين وقوله عليه السلام عليكم لبنتي وسنة الخلفاء الراشدين نذب الى سنتهم ولا يتلزم كون ذلك سنة اذ السنة ما واطبه بنفسه الا بعد نزول تقدير عدم ذلك العذر انما استفدنا انه كان يواطى على ما وقع منه وهو ما ذكرنا فليكون عشرين مستحباً ذلك القدر منها هو السنة كاربعة بعد العشاء مستحبة وركعتان منها سنة ظاهر كلام المشايخ ان السنة عشرون وبقية الدليل ما قلنا فالاولى حينئذ هو عبارة القدر من قول مستحب ثم ترجمه بظاهر هو اس سارحى كه قيام رمضان حكوت زير كوتى هين سنت او سمين گياره ركعت هين ساته وتر كه جماعت هين اوسكى كرنى اور اوسكى چوتى نى ساته عذر كه فايده ديا هى كه سكا كه اگر هوتا خوف فرض هو جايكا البته موظبت كرا هين ساته اوسكى اور نين هين شك متحقق هو نى امن هين اس ساته وفات آنحضرت صلى الله عليه وسلم كى پس هو گى گياره كعتين سنت اور هونا تر اوچ كا بيس كعت سنت خلفائى اشدين كى هه او قول عليه السلام كا كه لازم كيرو تم سنت سيري اور سنت خلفائى اشدين كو بلاتا هه طرف اوسكى سنت اور نين ستلزم هه هه اوسكى هو نيكو سنت سلمى كه سنت وه اچيكى موظبت فرمايى هو آينى بنفسه مگر ساته عذر كه اور ساته تقدير عدم اوس عذر كه سوا اسكه نين حاصل كيا هه هينى كه تحقيق آنحضرت صلى الله عليه وسلم هتى موظبت فرماتى اوس تقدير كه واقع هو هه آيسه اور وه گياره كعت هتى وتر كه پس هو گى بيس كعت مستحب وراستق درون هين هه كه گياره كعت ساته وتر كى هين سنت مانند چار كعت كى كه بعد عشا كى مستحب هين اور دو كعتين اون چار هين سنت هين اور ظاهراً كلام شيخ كا بيه كه سنت بيس كعت هين اور چاهتى هه دليل وس چيز كه كه كها هينى پس اولى وقت هين هه كه عبادت قوري كى يعنى به قول اسكا كه وه سجب هين — سحر الرايق مصنف ابن نجيم حنفى هين هه وقوله عشرون ركعة بيان لكيتها وهو قول الجمهور لما فى الموطا عن يزيد بن رومان قال قال كان الناس يقولون فى زمن عمر بن الخطاب ثلث وعشرين ركعة عليه

عل الزائل يوم شرقا وغربا لكن ذكر المحقق في فتح القدير ما حاصله ان الدليل يقتضي
 ان يكون السنة من العشرين ما فعله صلى الله عليه وسلم منها ثم تركه خشية ان يكتب علينا والباقي
 مستحبا وقد ثبت ان ذلك كان احدا عشرة ركعة بالوتر كما ثبت في الصحيحين من حديث
 عائشة فاذا يكون المستنون على اصول مشايخنا ثمانية منها والمستحب اثني عشر ركعة
 او قول كنز العمال حين كفت بيان هي وسط كمت عدد ركعات تراويح كي اور هي قول محبوب
 ہے اور سكي عدد مستحبين بدليل اوس امر كي كه موطاين هي يزيد بن و ان كه كسا يزيد بن و ان كے
 كرتے لوگ تراويح پڑھتے ہی زمانہ عمر بن الخطاب ميں تيسرے ركعت اور اسی پر ہی عمل لوگوں كا آج
 شرق اور غرب ميں ليكن ذكر كيا ہے محقق نے فتح القدير ميں كه جبكا حاصل ہيے ہے كه دليل
 چاہتے ہيے كه ہيے سنت ميں ركعت ميں اوسكے سيقدر كه كيا ہيے اوسكو آنحضرت صلي الله عليه وسلم نے پير
 ركعت ميں سے پير چوڑ ديا ہيے اوسكو سبب جنفي فرض ہونے كي ہمپا و ربا في باقی بس ركعت ميں
 مستحب اور تحقيق ثابت ہوا ہيے ك تحقيق وہ مقدار ركعات كه كيا ہے اوسكو آنحضرت صلي الله عليه وسلم
 تہ ليا رہ ركعت ساتھ وتر كے جيسا كه ثابت ہوا ہيے صحيحين ميں حديث عائشة سے ليل اسوقت ميں
 ہونگي مسنون ہماري مشايخ كي اصول پر آٹھ ركعت اور مستحب بارہ ركعت تراويح كي مخطوط و نسخ
 درخما ميں ہے قوله التراويح سنة مؤكدة ذكر في فتح القدير ما حاصله ان الدليل
 يقتضي ان يكون السنة من العشرين ما فعله صلى الله عليه وسلم منها ثم تركه خشية
 ان يكتب علينا والباقي مستحبا وقد ثبت ان ذلك كانت احدى عشرة ركعة بالوتر
 كما ثبت في الصحيحين من حديث عائشة رضي الله عنها فاذا يكون المستنون على
 اصول مشايخنا ثمانية منها والمستحب اثني عشر ركعة ترجمہ قول صاحب مختار كا آج
 سنت مؤكدة ہے مذكر ہے فتح القدير ميں كه جبكا حاصل ہيے ہے كه دليل مقتضي ہے كه ہيے سنت
 بس ركعت ميں اوس مقدار كه كيا ہيے اوسكو آنحضرت صلي الله عليه وسلم نے بس ركعتوں ميں پير
 چوڑ ديا ہے اوسكو سبب جنفي فرض ہونے كي ہمپا و ربا في مستحب ہون اور تحقيق ثابت ہوا
 كه وہ مقدار كه كيا ہيے اوسكو آنحضرت نے تينين كيا رہ ركعت ساتھ وتر كے جيسا كه ثابت ہوا ہے
 صحيحين ميں حديث عائشة رضي الله عنها سے ليل اسوقت ميں ہونگي مسنون ہماري مشايخ كي

مخطوط و نسخ

کہ ضرور ہے اقتدا میں اقتداء سب کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمین اسلمی کہ شان
 یہ ہے کہ ثابت ہو اسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین بایہ کیا ہے کیا رہے گفتی
 ساتھ وتر کے کچھ نہ رمضان میں اگر تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ در کرتے تھو ان
 کیا رہے گفت کو پس یہ وہ ہے کہ اختیار کرتا ہو غیل سبب وجہ کے در میان قیام رمضان اور وتر
 کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے القہ ہے واسطے تمہاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے اعلم انه لم یوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التراویح
 عددًا معینا بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احد عشر رکعة لکن کان یطیل
 الركعات فلما جمعہم عمر علی ابی کان یصلی ہم عشرین رکعة ثم اوتر ثلث وکان
 یختم بالقراءة بقدر ما زاد من الركعات فكان طائفة من السلف یومنون بأربعین
 رکعة ویوترون بثلاث وأخرون بست وثلثین وأوتروا بثلاث وهذا کلام حسن
 ترجمہ جان تو تحقیق شان یہ ہے کہ نہین مقرر فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح میں کوئی عدد معین
 بلکہ نہین بایہ فرماتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور غیر رمضان میں کیا رہے رکعت پس
 تھے کہ طویل کرتے تھے رکعات کو پس جبکہ جمع کیا لوگوں کو عمر رضی اللہ عنہ فی ابی بن کعب پر ہتی
 ابی بن کعب پر لائے لوگوں کو پس رکعت پر وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعت کی اور تھی ابی بن کعب
 کہ ٹپکی کرتے تھے قرات کو اقتداء اسکی کہ زاید ہوئی تھیں رکعات پس تھا اہل اللہ سلف میں
 کہ تراویح پڑھتے تھے ساتھ چالیس رکعت کی اور وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعت کی اور دوسرا
 گروہ سلف میں سے کہ پڑھتے چالیس رکعت اور وتر کرتے تین سے اور دوسرا
 تین رکعت اور سب صورتیں خوب ہوا ورنیل الاوطار شرح منقحی الاخبار میں ہے والمجاہل اللہ
 دلت علیہ احادیث الباقی ما یشاہجھا ہو مشروعیۃ القیام فی رمضان والصلوة
 فیہ جماعة وفردی ففصل الصلوة المسماة بالتراویح علی عدد معین وتخصیصہا
 لقراءة مخصوصة لم ترحیہ سنة ترجمہ درود حاصل کہ دلالت کیلہی وسیر احادیث
 باب اور انکی نظر نے مشروع ہونا قیام کا ہے رمضان میں اور نماز ہی وہی رمضان میں

ترجمہ

باب الاوطار شرح منقحی الاخبار

بجائے اور تنہا پس جسے کرائے تراویح کا غدو معین پر اور تفصیل اسکی ساتھ قرارہ مخصوصہ
 نہیں وارد ہوئی ہے ساتھ اسکی سنت اور رسالہ التراویح سیوطی میں ہے قال ابن الجوزی
 من اصحابنا عن مالک انہ قال للذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب حیالی وہو
 احد عشر رکعت وہی صلوۃ رسول اللہ ص قیل لہ احد عشر رکعت بالو تر قال نعم ثلث
 عشر قریب منہ قال ولا ادری من این احدث هذا الركوع الکثیر ترجمہ و تکیا
 ہے ابن الجوزی نے کہ صحابہ ہمارے یعنی شافعیہ میں امام مالک سے کہ تحقیق امام مالک نے فرمایا ہے
 کہ وہ عدد جمع کیا ہی او سیر لوگوں کو عمر بن الخطاب محبوب تر ہے بیکو اور وہ گیا رہ کعت، او
 وہی نماز رسول خدا صلعم کی ہے کہا گیا امام مالک سے کہ گیا رہ کعت ساتھ وتر کے یعنی وتر ہی
 او نہی میں داخل ہے فرمایا امام مالک نے کہ ان وتر ہی نہیں میں داخل ہے اور تیرہ رکعت قریب
 اس سے ہے

اور فرمایا امام مالک نے اور نہیں جانتا ہوں کہ کما نسی نکالی کی ہیں یہ کتین بہت بہت ہیں
 عبارات علما کی متضمن نفی سنت میں کعت تراویح کی اور جو امین اسباب قریب زاید از سنت تسلیم
 رکھا ہی وہ ہمارے نزدیک ہنوز محل تامل ہے پہلی کہ تعامل میں کعت فعل یا قول خلفا سی ہمارے
 ثبوت کو نہیں ہو چکا چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئیگی مقصود ہمارا نقل کرنے ان عبارات سی
 اسقدر تھا کہ خفی وغیرہ علما میں کعت کی سندوں کی نفی کرتے ہیں باقی مطالب مفہومات
 بعض ان عبارات ہمارا استشادات میں اور نہ رضا آب وہ عبارتیں نقل کجاتی ہیں جو متضمن
 حدیث میں کعت کی ہیں پس سنا چاہیے فتح القدیر میں ہے واما ماروی بن شبیبہ موصوفہ
 والطبرانی عن البیہقی من حدیث ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان
 عشرين رکعة سوى الوتر فضعیف بابی شبیبہ ابراہیم بن عثمان جدا امام ابی بکر بن
 ابی شبیبہ متفق علی ضعفہ مع فضائلہ للصیح ترجمہ اور وہ جو روایت کیا ہی ابن ابی
 نے ابنی مصنف میں اور طبرانی نے بیہقی سے حدیث ابن عباس سے کہ آنحضرت ص پر تہی تہی مضامین
 میں کعت سو کے وتر کے موضوع ہی بسبب ابی شبیبہ ابراہیم بن عثمان جدا امام ابی بکر بن ابی شبیبہ
 کے کہ ایک اوی اسکا ہے کہ اتفاق کیا گیا ہے اسکی ضعیف ہونے پر باوجود مخالف ہونی اس حدیث

سید احمد رضا

نصف

بعض روایات

کے حدیث صحیح سے اور فتح سرالمان میں ہے وکملت روایۃ عشرين رکعة منه صلى الله عليه وسلم كما هو المتعارف الا في رواية ابن ابي شيبة من حديث ابن عباس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر قالوا انسأ ضعیف وقد عارضه حديث عائشة وكانت اعلم بحال النبي صلى الله عليه وسلم من غيرها ترجمہ اور نہیں ثابت ہوئی ہے روایت میں کعت کی آنحضرت صلی علیہ وسلم جیسا کہ وہ متعارف ہے، اب مگر روایت ابن ابی شیبہ میں حدیث ابن عباس سے کہتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے رمضان میں بیس کعت اور ترکہا ہے محدثین نے کہ اسناد اس حدیث کی ضعیف ہے اور تحقیق معارض اس کی ہے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور تین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنی غیر کی اور تخریج رافعی لابن حجر العسقلانی سے اخرج المصنف عن ابن عباس كان يصلي في شهر رمضان في غير جماعة عشرين ركعة والوتر قال المصنف تفرد به ابو شيبة ابراهيم بن عثمان وهو ضعيف ترجمہ لایا سہیقی بن عباس سے کہتے یعنی آنحضرت نماز پڑھتے تھے رمضان میں بدو ن جماعت کی بیس کعت اور ترکہا سہیقی نے کہ متفرد ہوا ہے ساتھ اسکے ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اور وہ ضعیف ہے اور ذیل لاوطار مصنفہ شوکانی میں مثل اسکے ہے اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے فان قلت روی ابن ابی شیبہ من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی علیہ وسلم فی رمضان عشرين ركعة والوتر قلت هذا الحديث رواه ايضا ابو القاسم البغوی فی معجم الصحابة قال حدثنا منصور بن ابی ضراح حدثنا ابو شيبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس الحديث وابوشيبه هو ابراهيم بن عثمان العسلي الكوفي قاضي واسط حدثني بكر بن ابی شيبة كذبه شعبة وضعفه احمد وابن معين والنجاشي والمنسائي وغيرهم واورده ابن عبد هذا الحديث في الكامل في مناقب كبر ترجمہ ہو اگر کوئی تو کہ روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے حدیث ابن عباس سے کہ تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ پڑھتے تھے رمضان میں بیس کعت اور ترکہا میں یہ حدیث روایت کیا ہے اسکو ابو القاسم البغوی نے معجم الصحابة میں کہا بغوی نے کہ بیان کیا ہے منصور بن ابی فراحم نے کہ منصور نے کہ بیان کیا ہے ابو شیبہ نے حکم سے اور حکم نے مقسم سے اور مقسم نے ابن عباس سے حدیث

بعض روایات

بعض روایات

عمدة القاری شرح صحیح البخاری

اور ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان الغنسی الکوفی قاضی واسطہ کعبہ ابی بکر بن ابی شیبہ کاتب کا وہ
 کہا ہے اسکو شیعہ نے اور ضعیف کہا ہے اسکو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی وغیرہ نے
 اور لایاری اوس ابن عدی اس حدیث کو کامل میں بیچ مناگیر کے اور متوسط مصنفہ ازہری میں
 ہے واما ما نقل عنہ سئل اللہ علیہ وسلم ان یصلی فی اللیلین خرج فیہما عشرين رکعة فممنکو
 ترجمہ اور وہ جو نقل کیا گیا ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انحضرت نبی کریم ہی تین دن
 دورہ توں میں کہ خطے ہی اونہیں میں کعت پس نہ کرے اور خادم مصنفہ زکشی میں ہے دعویٰ ابن
 التیمی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم فی تلك اللیلة عشرين رکعة لم یصلح ترجمہ دعویٰ اس کا کہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں سنا تھا صحابہ کے اوس ات میں میں کعت نہیں صحیح ہے اور تہذیب الکمال
 مصنفہ ابی حجاج المزنی میں ہے ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان لہ مناگیر منها حدیث ان کان
 یصلی فی رمضان عشرين رکعة والوتر قال وقد ضعفه احمد بن معین والنخاری التیمی
 و ابو حاتم الرازی وابن عدی وابو داود والترمذی والا حوص بن الفضل الملک
 وقال الترمذی فیہ منکر الحدیث وقال الحر جانی ساقط وقال ابو علی النیشاپوری نہیں
 بالقوی وقال صالح بن محمد البغدادی ضعیف لا یکتب حدیثہ وقال معاذ البغدادی
 کتبت فی شعبۂ اسال عنہ اروی عنہ فقال لا تروعه فانه رجل مدعوم ترجمہ
 ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اوس سے مناگیر ہیں کہ اونہیں مناگیر میں سے یہ حدیث ہے کہ انحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہی رمضان میں کعت اور ترکہا ابو الحجاج مزنی نے اور تحقیق ضعیف کہا ہے
 اسکو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی اور ابو حاتم رازی اور ابن عدی اور ابو داود اور ترمذی
 اور احوض بن الفضل الملانی نے اور کہا ترمذی نے اسے حق میں کہ منکر الحدیث ہے اور کہا جرح
 نے کہ ساقط الحدیث ہے اور کہا ابو علی النیشاپوری نے کہ قوی نہیں ہے اور کہا صالح بن محمد
 البغدادی کہ ضعیف ہے تین لکھی جاتی ہے حدیث اسکی اور کہا معاذ غیری کہ کہا میں طرف
 شعبہ کی کہ چہتا تھا میں شعبہ سے کہ آیا روایت کروں میں ابراہیم ابی شیبہ سے میں کہا شعبہ نے
 کہ روایت کرو اس سے میں تحقیق وہ مروی ہے اور میزان الاعتدال میں ترجمہ ابو شیبہ نے
 ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ کہ یہ شعبہ ثم قال دوی عثمان الدارمی عن ابن معین

کتاب

مذہب

تہذیب الکمال

مذہب

لیس شفعۃ وقال احمد ضعيف وقال البخاري سكتوا عنه وقال النسائي مذكور في الحديث
ومن هذا كذا في شيعه ما روى البغوي حدثنا مسعود بن ابي مرام حدثنا ابو شيبة
عن الحكم عن معمر بن ابن عباس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان في غير
جماعة بعشرين ركعة والوتر ثم جمعه برأيسهم بن عثمان ابى شيبة كاذب كما سب
او سكتوا عنه لانه لم يزل ياتيهم في دارهم ابى شيبة كاذب كما سب
او كما احمد بن حنبل كاذب كما سب او كما البخاري كاذب كما سب او كما ابن
لنه كاذب كما سب او كما البخاري كاذب كما سب او كما ابن حنبل كاذب كما سب
في كذا مضمون في حديث بيان في كذا مضمون في حديث بيان في كذا مضمون
عباس بن كذا مضمون في حديث بيان في كذا مضمون في حديث بيان في كذا مضمون
تدريسا لرواي شرح تقريرا لرواي من سب البخاري بطل في كذا مضمون في كذا مضمون
تركوا حديثه ثم جمعه بخاري اطلاق كذا مضمون في كذا مضمون في كذا مضمون
كذا مضمون في كذا مضمون في كذا مضمون في كذا مضمون في كذا مضمون
اب جوابات اون اعتراضات جو متعلق واقعي مضمون فتوى ابن حجر بن عسلى
سفتي فتوى مسطورہ یعنی قول جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب محدث سلمہ کا بطور اختصار
ذکر کیا جاوے گا یہ مقرر صنف کا اعتراض نقل ہو گا بعد اس کا جواب یا جاوے گا وباللہ التوفیق
قول مفتی میں کثرت تراویح کی حدیث صحیح نہیں جو حضرت صلعم سے نقل کرتے ہیں وہ ضعیف
او جہتی ہی اسکے صنف کی قابل ہیں اعتراض متعرض مفتی نے اس حدیث کی ضعیف ہوئی کا دعویٰ
کیا ہے نہ موضوع ہو گیا اور حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز ہے اور جب کئی
طرق سے مروی ہو تو وہ حسن بن جاتی ہے اور وہ بھی لائق احتجاج ہے۔ اسیر لغات کا حوالہ دیا ہے
یہ دعویٰ کیا ہے کہ احادیث میں کثرت کو اور احادیث و فعل صحابہ سے قوت پہنچتی ہے جواب
کئی وجہ سے تول یہ کہ جواز عمل ضعیف فضائل اعمال میں جو مشہور ہے اس کی یہ معنی نہیں کہ جو عمل
بہتر ہو وہ حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتا ہے بلکہ اس کی یہ معنی ہیں کہ جو عمل ثابت ہو اس کی فضیلت
کی بیان میں حدیث ضعیف سے احتجاج درست ہے چنانچہ لفظ فضائل جو جمع فضیلت ہے اس معنی

بنا کر ابو حنیفہ
نقل کرتے ہیں
سب سے زیادہ
کے لئے ہیں
الغرض علی
یہ تھا کہ

بنا کر ابو حنیفہ

شرح جوابات اعتراضات مفتی

شاہد ہے اگر یہ معنی ہوں تو بہت بات جو بظاہر بہتر معلوم ہوتی ہیں وہ سب بنا برآحاد ضعیفہ
 جائز اور مشروع ہو جاویں اور میں نہ کہت کی باب میں کوئی ایسی حدیث قائم نہیں جس سے کوئی
 مشروعیت نکالی جاوے اور ان ضعیف حدیثوں سے کوئی بیان فضائل میں احتجاج کیا جاوے
 روم حسن ہو جانا ضعیف حدیث کا تعدد طرق سے اس وقت مقصود ہے جب ضعف اس کو ذکر
 کا کذب یا مثل اس کی حرج شدید سے ہو چنانچہ سالہ اصول حدیث میں جو ترمذی کے اول میں
 ملتی ہے مرقوم ہے واما الضعف فلکذب الراوی وفسقه لایخیر بعد الطرق کہا
 فی حدیث طلب العلم فی ریضۃ قال البیہقی هو حدیث مشہور بین الناس وامتدادہ ^{ضعف}
 وقد روی من اوجہ کثیرہ کما ضعیف اور یہ حدیث جہین گفتگو میں ضعف سکا راوی
 کی کذب کی وجہ سے ہے چنانچہ عبارت تضمنہ حرج اس حدیث کی ذیل میں ہے و غیرہ کذا ہو کہ غیب اسکو
 کا کذب کہا ہی اور نسائی اسکو متروک الحدیث کہتا ہی اور چنانچہ نے اسکو ساکت کہا ہے
 اور بخاری نے اس کے حق میں کہا ہے سکتو اعنہ یعنی محدث اس کی روایت سی ساکت ہیں اور ترمذی
 الراوی شرح تقریب الراوی میں ہے کہ بخاری سکتو اعنہ اس شخص کے حق میں کہتا ہے جبکو
 محدثین ترک کر دیں اور مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ بخاری کی نظر ہونا کسی شخص میں نہ رہا سکتے
 کہ اسکو ذہب متروک ساکت کھا جاوے کیسا ہی مفتم الحصول میں ہے پس یہ حدیث باوجود
 تعدد طرق کے بھی صلاحیت حسن ہونے کی نہیں کہتی تو ہم یہ حدیث باوجود فرض تعدد
 طرق کے حسن وغیرہ نبی کی اور حسن وغیرہ لائق احتجاج کے احکام دین میں جنہیں مسنون ہونا
 تراویح میں کہتے ہیں ہے اسیدو اسطی شرح نخبہ میں حسن لائق احتجاج میں قید حسن
 لذاتہ کی لگائی ہے چنانچہ کہا ہی و هذا القسم من الحسن الحسن لذاتہ مشارک للصیح
 فی الاحتجاج بہ چہاں کہ اگر فرض ہی کیا جاوے کہ یہ حدیث تعدد طرق سے جبراً لائق
 احتجاج ہو سکتی ہے تو یہی یہ امر مفید دعائی خصم اس وقت ہوگا جبکہ اس کی طرق کا تعدد
 ثابت کرے ورنہ مجرد اسکا اس کے تعدد کا اوصحت قاعدہ تعدد کی مفید دعائی خصم کہہ سکتے
 ہے اور صاحب عقل و خیال و ان ثابت کرنے تعدد طرق ایک ضعیف حدیث کی دعویٰ اس کی
 حسن لائق احتجاج ہونا بطور تعدد طرق کہہ سکتا ہی۔ اب اگر کسی صاحب کو بخاری اس بات سے

آدمی یا اظہار حرج ل میں ہو تو ثابت کری کہ راوی ہی حدیث کا سوا ہی ابراہیم بن عثمان یعنی
 ابوشیبہ کے کوئی اور ہی ہے اور اسکی سند کا تعدد فلاں فلاں طرق سے ہو سکتا ہے۔
 اور یہ جو معترض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اور احادیث صحیحہ و اعمال صحابہ سے قوت پائی ہے
 یہ دلیل اس بات کی ہے کہ معترض فن اصول حدیث سے جا مل ہے اصولیوں کے نزدیک لغویت
 ایک حدیث کی مضمون کی اور احادیث سے دلیل تعدد اسکی طرق کی نہیں گنی جاتی وہ لوگ
 اور ہودیات کو شواہد کہتی ہیں یہ طرق اس حدیث فرد کے **قول مفتی** جو حضرت عمر رضی
 سے روایت میں کعت کی نقل کرتے ہیں وہ ضعیف ہے اسکی راوی زبیر بن وہاب نے
 حضرت عمر رضی کو نہیں دیکھا چنانچہ کبیری میں یہ قرار ہے سو اسکی اور کوئی حدیث صحیح کتاب
 لمترم الصحیح یا منصوص الصحیح بابی نہیں جاتی **اعتراض معترض** جو تہی صفحہ میں
 تو ہے اتنا ہی ہے۔ کہ ہم تصحیح اس حدیث کی بعد اور دو حدیثوں کے کرینگے پہر اسکی جودہائی
 اور اپنی لیاقت تمامی صفحہ ۶ و ۷ میں کی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ جو مفتی نے جرح اس
 حدیث میں صاحب کبیری سے اسکو ثقہ جانکر سند پیش کی ہے اسکا جواب بھی ہم کبیری سے
 نقل کرتے ہیں اور اگر مفتی شتر مرغی نکاہی تو اور سبیل بھی جو کبیری سے استفادہ ہیں بیان کرتے
 ہیں یہ صفحہ ۷ میں کبیری سے جواب اسکا یہ نقل کیا ہے کہ حدیث زبیرہ و صورت اس جرح کی
 منقطع ہوئی اور حدیث منقطع ہماری نزدیک اور امام مالک کے نزدیک حجت ہے تہر دوسرا جواب
 بلا ربط و بدون ضبط صفحہ ۸ میں دیا ہے کہ حجة الدال بالافہ من شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ نقل
 اہل حدیث تمام احادیث موطا کی صحیح ہیں اور کوئی مرسل و منقطع نہیں ہیں پہر اسکی عبارت
 نقل کر کے لکھا ہے دیکھو مفتی نے اس عبارت سی چشم پوشی کی اور ایک مقلد حنفی یعنی صاحب کبیری
 کی روایت لی لی اور اگر اسکو محدث اور شاگرد ابن ہمام کا سمجھ کر اسکی بات سن لی ہے تو جابہرہ
 تھا کہ اسکی دوسری روایت میں کعت کی بجائے کیتا وہ روایت یہ ہے جو صفحہ ۷ میں سیاب بن یزید
 سے نقل کی ہے کہ لکھا اسکی کہ تہی لوگ قیام کرتے تھے حضرت عمر میں کعت اور عبد عثمان رضی
 میں مثل اسکی اور کہا کہ روایت کیا اسکو بھیقی نے یا سنا صحیح ہے کہ لکھا کہ مفتی میں ہے علی مرتضیٰ سے
 کہ انہوں نے ایک شخص کو امر کیا کہ نماز پڑھاوی اونکو میں کعت اور کہا کہ یہ مثل حجاج علی

اور اس سے پہلے صفحہ ۱۰ میں کبیری سے یہ نقل کیا ہی کہ امام مالک کے نزدیک ۳ رکعت بائد لال
 عمل اہل مدینہ تھے ہر عبارت کبیری سے یہ مسائل منہ کانہ استنباط کئے ہیں ۳ میں کعت ہر
 جمہور کے ۴ سند انکی حدیث سایب بن یزید ہے ۳۔ اسناد انکی صحیح ہے ۴ معمول عہد عمر
 عثمان علی رضی ہے ۵۔ یہ کالاجماع ہے ۶۔ حدیث یزید اگرچہ منقطع ہے لیکن خفیفہ لکھیہ
 کے نزدیک حجت ہی ہے ۷۔ سند امام مالک ۳۴ رکعت میں عمل اہل مدینہ ہے ہر اس مسئلہ فقہ کی
 تائید تحکارات در اسبات نقل کے ہیں حسین علی اہل مدینہ کو اقوی دلائل کہاتے ہیں کہ اہل مدینہ
 نے کبیری کی ایک بات اپنے طلبہ کی یعنی جرح القطع سند لی لی اور باقی فوائد سی احوال کیا
 اور اسکو بزم خود شتر مرغی سے فقیر کیا ہے ہر صفحہ ۱۰ میں یہ سوال کیا ہے کہ موطا میں سب
 بن یزید سی گیارہ رکعت پڑھانی کی حضرت عمر رضی سے روایت ہی جو روایت میں کعت ۴
 بہیقی مندرجہ کبیری منسکہ جمہور کے معارض ہے ہر اسکا جواب بہیقی سے بواسطہ محلی نقل کیا گیا
 رکعت اول پڑھانی گئی تین ہر میں کعت پر قرار ہوا ہر سوال وارد کیا کہ روایت موطا گیارہ
 رکعت کی تو طبقہ اولی سے ہے اور روایت بہیقی میں کعت کی طبقہ ثالثہ سے پس قوت میں
 اسکی برابر نہونی اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ طبقہ ثالث کی احادیث سی جاذبہ من حدیث حفظ
 اسرار الرجال وعلل حدیث عمل کر سکنی ہیں اور جبکہ ابن عبدالبر و شاہ ولی اللہ رحمہما علیہ
 صاحب کبیری نے اسناد اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو موطا سے قوت و صحت میں زیادہ ہوگا
 ہر صفحہ ۹ میں ہر اسطر تائید حدیث میں کعت کے شیخ عبدالحی سے نقل کیا ہے کہ جو صحابہ و
 تابعین وغیرہم میں مشہور و مفرہ ہو گیا ہے وہ میں کعت ہی ہیں ہر حجت ائمہ البالغہ سی نقل
 کیا ہے کہ صحابہ نے قیام رمضان میں تین چہرین زیادہ کی ہیں اول اتباع مساحد میں دوم
 ادہی اول وقت سوم ادہی میں کعت۔ یہ تہنی مضمون اسکی تمام عبارت کا متعلق
 اثبات میں کعت تھا بلکہ زیادتی نقل کیا ہے اور جو اس میں محبت سی جنبی تھا جسے
 روایات گیارہ رکعات معمولہ نبوی یا روایات تطویل قرار دے یا حدیث اجماع مضمون ہر
 رکعت ہی انکو پہلے چھوڑ دیا ہے کہ انکو نفی و اثبات میں کعت کے کچھ تعلق نہ تھا اور نہ انکو
 ہمارے مشرب سی مخالفت اور وجہ تبدیل سیاق مضامین اعتراض کی یہ ہے کہ وہ عبات

اسکی سرسرا لےوا اور رضامین اسکے پر گزرتی اگر ہم سکو بعینہ نقل کرتے تو ہم کو بھی اسکی جواب میں یہ کہنا
 اختیار کرنی پڑتی۔ ناظرین اگر اسکی عبارت کو دیکھیں تو وہ انصاف دیکھیں کہ مرزبان نے مرزبان
 اسکی جوابی کے سبب سے خراب ہے مناسب یہ تھا جو بیان اختیار کیا گیا اب جواب اسکا لکھا
 جاتا ہے واضح ہو کہ یہ جواب میں حرج انقطاع کی کہا ہے کہ مرسل ہماری اور مالک کے نزدیک
 محبت ہے اسکا جواب یہ ہی کہ کہنا اس بات کا بمقابل خصم کے جو مرسل اور منقطع کو محبت نہ جائے
 دلیل حماقت کی ہے۔ ہماری اور مالک کے نزدیک محبت ہونا اسکا کون پر جتا ہے اور کون
 سنتا ہے بیان تو اسکیل بحث ہی جو مرسل کہ ضعیف اور مردود کرنی ہے وہ یہ ہے کہ راوی محذوف
 معلوم نہیں صحابی ہے یا غیر صحابی اگر صحابی ہو تو کلام نہیں اور اگر غیر صحابی ہے تو اسکی
 ثقہ ہونے کا قصص لازم ہے چنانچہ شرح کی صفحہ ۳۸ و ۳۹ میں لکھا ہے ولما ذکر ای

فی قسم المردود للجهل بحال الراوی المحذوف لانه محتمل ان یکون صحابیا
 ومحتمل ان یکون تابعیا لعدم تعقیدهم بالروایة عن الصحابة وعلى الثاني محتمل
 ان یکون ضعيفا ومحتمل ان یکون ثقة لعدم تعقیدهم بالروایة عن الثقات
 وعلى الثاني ای علی تقدیر کو نہ ثقہ محتمل ان یکون حل عن صحابی ومحتمل ان

یکون عن تابعی آخر وعلى الثاني قعود الاحتمال السابق وتعقید ای برقی لا
 اما بالتجزیر العقلي فالاحتمالية له واحابا الاستقراء فالاحتمالية او مستبعدة وهو
 اکثر ما وجد من رواية بعض الثقات عن بعض هذا ای کون المرسل حديثا
 ضعيفا مردود لا یخرج به عند جماهير المحدثين صحيح مسلم کے صفحہ ۱۰ میں ہے
 المرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اهل العلم بالاجابة وليس محتملا
 ایسا ہی اسکی شرح میں ہے اور جو درجہ اسکی قطع کا حقہ میں ہے وہ یہ ہے کہ حجة الہ
 الباقی من شاه ولی اللہ فرمایا ہی کتاب حدیثین ہوطا کی باتفاق اہل حدیث صحیح میں کوئی
 اس میں مرسل اور منقطع نہیں یہ شخص کذب ہے یہ وہی شخص ہے کہ وہ مرسل و مردود حدیث
 حجة الہ میں ۸ صفحہ ۸ میں یہاں کے منقول ہے یہ بات ہرگز نہیں نکلے اسکا مطلب یہ ہے
 کہ باتفاق اہل حدیث احادیث ہوطا کی امام مالک اور اسکے برحقین کے نزدیک صحیح ہیں

یہ کہ سب کے نزدیک یا واقع میں اور مرسل اور منقطع کا وجود اوسین مانکر اوسکی صحت اس نظر
 سے کہی ہے کہ وہ اور جگہ سندین رکھتی ہیں نہ یہ کہ منقطع اور مرسل اوسین ہی ہی نہیں اور پھر
 جابین اوکی اسانید پائی جانے سے صحت اوکی تسلیم کرنی یہ ہی ایک امر اعتقادی قطعیہ ہے
 ہے اور قلعہ بن امام مالک بخت نہ اسد لالی تحقیقی جسکی تسلیم ہر ایک پر واجب ہوا اور واقعیت کے
 ثابت چنانچہ صریح عبارت شاہ صاحب کے کتاب صفی شرح موطنین اسپر ناطق ہے چنانچہ روایت
 ہیں و گفت حافظ ابن حجر کتاب مالک صحیح عمدہ و عند من یقلدہ علی ما انفذہ نظر
 من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع و حذر ہما پس یہ بات اوکی طالب تحقیق کے سامنے
 جو امام مالک کا مقلد نہ ہو کب حجت ہو سکتی ہے۔ اب ہم وہ عبارت حجت اللہ کی نقل کرتے ہیں
 جس سے مقرر ہے کہ کذب ثابت ہو شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں اتفق اہل الحديث
 علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالک ومن وافقہ و اما علی رأی غیرہ فلیس
 فیہ مرسل ولا منقطع الا وقد ائصل السند بہ من طرق اخری فلا جرم انھا صحیحہ
 من هذا الوجه آئین ناطقین لفظ علی رأی مالک من وافقہ کو اور لفظ من ہذا الوجه کو ملا
 فرمائیں تاکہ مقرر ہے کہ کذب ثابت ہو اور یہ جو مقرر ہے کہ ہے کہ سبقتی نے عبارت حجت اللہ سے
 چشم پوشی کی اور ایک مقلد حنفی کے کلام سے سند بکڑی اسکا جواب یہ ہے کہ عبارت حجت اللہ مقلد
 امام مالک کے واسطے سند ہی نہ محقق کے واسطے اور نقل کرنا عبارت مقلد حنفی کا متین مقلد و ک
 الزام کے واسطے ہے نہ یہ کہ ہم اوسکو علمای حدیث جانتی ہیں اور یہ جو کہا ہی کہ روایت سب
 بن زید کی ہیں کتب میں کبیری سے کیوں نہ لی اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری نزدیک وہ بھی مثل
 حدیث زید بن ومان کی غیر معلوم لفظ ہی اور جو صحیح ہونا اوسکی ہنا و کا صاحب کبیری اور صاحب
 حلی سے نقل کیا ہے وہ کان لم یکن ہے صاحب کبیری حلی بن ہام کا شاگرد ہے جو آٹھویں
 صدی میں ہوا ہے اور صاحب محلی مولوی سلام اللہ شیخ عبد الحق کی اولاد میں سے ہی ہیں لوگ
 اس شخص کے نہیں ہیں کہ انکے صحیح کہنے سے صحت حدیث کی مانی جاویں امام ابن الصلاح جو
 چھٹی صدی کا امام ہے اوسنی اپنے زمانہ میں صاف کہتا ہے کہ آجکل حکم بصحت احادیث مجروح
 و کہنی سے جائز نہیں ہے بلکہ واسطے اثبات صحت کی ہمارا اعتماد ائمہ حدیث پر واجب ہے ہم

اوس حدیث کو صحیح کہیں گے حساباً و ایہ حدیث سلف نے صحیح کہا ہو یا وہ کتاب مکرّمہ
 میں پائی جاوے۔ جب ان اکابر کا یہ حال ہے تو پر کبیری اور محل کی کون سنتا ہے اور سہ
 اس میں یہ ہے کہ صحت حدیث میں جاہل شرطین لازم ہیں اول ثقہ ہونا جاہل کا دوم اتصال
 ثبوت القار و سبل ہر ایک آدمی کا اپنے مروجی حدیث سے سوم نفی شد و ذہا روم نفی علتہ خیا نچہ
 کتب مہول میں صرح ہے اور علم تحقیق ان سب شروط کا سوا ہی ایہ سلف کے جو حفاظ احوال خال
 و متون تھے کیونکہ نہیں حضور صاعلم علت حدیث کہ اوسکی جاننے والی سلف میں بھی لوگ تھے
 پس صاحب کبیری و صاحب محلی کو ان امور کے علوم سے کیا نسبت ہو تھی نے اسید سطلی محل فتو
 میں کہہ دیا تھا کہ سوا اسکی کوئی حدیث کتاب مکرّمہ یا مضمون الصحتہ کی پائی نہیں جاتی
 جسکا محرران سائنے بغیر سمجھنے سطلی کے یہ جواب یا ہے کہ اسکو محلی اور کبیری الی نے صحیح کہا
 ہے جیسا کسی لایققل نے کسی عاقل کے جواب میں اس طرح کہا تھا کہ میں سوال تو نہراں سمجھا نہیں
 لیکن جواب دیتا ہوں آپ ہم عبارت ابن الصلاح کی واسطی تصدیق اپنے دعویٰ کے نقل کرتے
 ہیں قال فی کتابہ من فہم المحدث المشہور بالمقدمۃ اذا وجدنا فی ما یرو
 من اجزاء الحديث وغيرها حديثاً صحيحاً الاسناد ولم نجد في احد الصحيحين فانما لا نجاس
 علی جزم الحكم بصحته فقد تذر في هذه الاعصار الاستقلال بادر الاو الصحيح
 مجرد اعتبار الاسانيد لانه ما من اسناد من ذلك الا وتجد في رجاله من
 اعتمد في روايته على ما في كتابه عرياً عما يشترط في الصحيح من الحفظ والضبط والاعتماد
 قال الامر اذا في معرفة الصحيح والحسن الى الاعتماد على ما نص عليه ائمة الحديث
 في تصانيفهم المعتمدة التي يؤمن فيها لشهرتها من التقدير والتحريف وصار معظم
 المقصود بما يتداول من الاسانيد خارجاً عن ذلك ابقاء لسلسلة الاسناد
 التي خصت بها هذه الامية الى ان قال ثم ان الزيادة في الصحيح على ما في الكتابين
 يتلقاها طائفتان هما اشعل عليه احد المصنفات المعتمدة المشهورة لائمة الحديث
 كابي داود السجستاني وابي عيسى الترمذی وابی عبد الرحمن النسائي وابی بکر ابن
 خزيمة وابی الحسن الدارقطني وغيرهم من صاعلم علی صحتہ ولا یکنی فی ذلک عجز

اسکا یوں ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں کچھ ملازمت نہیں جو حضرت علی و عثمان کے وقت
 میں ہوا ہی وہی حضرت عمرؓ کی خدمت میں شہر چکا تھا اور جو مقررین نے روایت میں رکعت
 کو روایت کیا رہ رکعت پر ترجیح دی ہے اس طرح کہ اسکو جہاں وہ فن و حفاظ اسما را رجال
 و علل حدیث کی تصحیح کیا ہے اگرچہ گیارہ رکعت کی روایت کتاب طبقہ اول کی روایت ہی
 اسکا جو اسکا چکا کہ ابن عبد البر کی تصحیح کا ثبوت نشان میں دیا یا تو لوگوں کی تصحیح کا ثبوت
 نہیں اور نہ وہ حفاظ اسما را رجال و علل حدیث کی ہیں اگر تکوین میں حدیث ہی کچھ مناسب ہوئی تو
 تم ان لوگوں کو حفاظ و اسما را رجال و علل حدیث نہ کہتی اب اگر کوئی کہے ہو جی کہ حدیث
 نبوت و صحت حدیث میں رکعت کی حضرت عیسیٰؑ کی طرح دفع تعارض اس حدیث کا ساتھ
 احادیث گیارہ رکعت کی کرو گی تو ہم اسکے جواب میں کہیں گے کہ احادیث گیارہ رکعت کو احادیث
 میں ترجیح دینا اسوجہ سے کہ وہ موافق ہے احادیث مرفوعہ صحیحہ بلا نزاع کی اور کیا جمع
 کرینگے اس طرح کہ کہی میں رکعت ٹیڑھی کہیں اور کہی گیارہ چنانچہ یہ امر اکثر امور متعارضہ میں کہا
 جاتا ہے ہر بعد جمع و تطہیر کے بھی اولیٰ بالعلل حدیث گیارہ رکعت ہی کو کہیں گے اسلیٰ کہ وہ فعل
 نبوی کے موافق ہے اور اس میں اتباع حضرت رسالت و صحابہؓ کا ممکن ہے بخلاف میں رکعت
 والی حدیث کی کہ اتباع نبوی اس میں ہاتھ سے جالتے چنانچہ وجہ اسکی رد میں اس عرض معترض
 کے جو اخیر قول معنی کے متعلق ہے آوگی انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ تقریر جو جواب حدیث سب
 بن زید بروایت یحییٰؑ کے بیان تک تحریر میں آئی ہے یہی جواب ہے اس روایت میں رکعت کا
 کہ معنی سے صاحب کبیرؒ کی نقل کی ہے اور جو اس سے فائدہ مستنبط کیا ہے کہ یہ مثل اجماع
 کی ہے یہ مردود ہے خصم اس روایت کی صحت ہی نہیں مانتا تو اسکے فوائد کا وہ کمال ہی ہو سکتا
 ہے اور بعد تسلیم صحت روایت کا اجماع ہونا اسکا منفع ہے اجماع میں تو خلاف ایک شخص
 کی محل عقد صحت ہوتا ہے چنانچہ کتب ہول میں ہے خلاف الواحد دفع پس حکم کو کا اجماع
 کہیں اس میں استقدر تو ہو کہ اس میں جانب خلاف میں ترجیح ہو اور یہاں حدیث گیارہ مرجح ہی
 کہ اول اس پر عمل حضرت رسالت کا را جو ساری جہان کے مقابل میں وہ ایک ہی کا بلحاظہ میں یونہی
 قولہ تعالیٰ اِنَّ اَبْرَاهِیْمَ كَانَ اُمَّةً پُر صدیق اکبر سے ہی اسکا خلاف نہ ہوا یہ حضرت عمرؓ سے

انہی روایات میں سے پس گالاجماع ہونا اور اس روایت کا کیا معنی کہتا ہے اور جو روایت
 چہتیس رکعت کی معمولہ امام مالک مقرر کرنے لفظ کی ہے اور اس کے بعد تعامل اہل مدینہ میں
 اس کی عبارت درسات سے تاخیر کی ہے شاید اسکو مقرر کرنے واسطی اثبات زیادتی کے کیا
 رکعت پر وارد کیا ہے لیکن وہ یہ سنہما کہ جب سے اسکو گیارہ رکعت پر زیادہ اور اس سے مخفی
 ویسے ہی بیس رکعت سی ہی ہے پس اس کی روایت کی وارد کرنے سے جو مقرر کرنے کے لئے ہی
 کو بخاری نے کیا فائدہ آور اگر اس ارادہ سے اسکو لایا ہے کہ بوقت روایت الزام خصم اس وقت
 کو صحیح سمجھ کر پیش کرینگے اور جب کوئی ہمہ طور الزام یہ روایت پیش کرے گا تو اسکو صحیح
 اس پر عمل کرنے سے انکار کرینگے تو یہ بعینہ وہی شتر مرغی ہے جسکا خصم پر طعن کیا ہے اور
 نیز یہ صدق سے اس آیت کا لفظ "فَلَا تَقْعُ لَكُمْ" اور اس آیت کا "أَنَا مَرْفُوعٌ" یا
 بِالْقِيَامِ وَتَسْتَوُونَ أَنْفُسَكُمْ اور اس حدیث کا جو اسامہ سے مشکوٰۃ میں صفحہ ۲۴ مروی ہے
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجَاءُ بِالرَّحْلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقِي فِي النَّارِ
 فَتَنْدَلِقُ أَتْمَانِيَةً فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيهَا كَطْحَنِ الْحَبِّ سَبْعِينَ نَجْدَةً فَيُجْعَلُ عَلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ
 فَيَقُولُونَ أَيْ فُلَانٌ مَا شَأْنُكَ الْيَسْرُ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ
 فَقَالَ كُنْتُ أَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ وَلَا أَمْرًا عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَمْرًا مَتَّفِقًا عَلَيْهِ -
 اب ہم قطع نظر اس سے جواب اس روایت کا تحریر کرتے ہیں پس سنا چاہیے کہ اولاً تو جواب
 اسکا خود رسالہ مخاطب میں صفحہ ۲۴ کبیری شرح منیہ سے منقول ہے چنانچہ کہا ہے وما احتج
 به من عمل اهل المدينة ليس بحجة لاقم بصلون فردى بين كل ترويح بين اربع ركعات
 في مقابلة طواف اهل مكة اسبوعا بين ترويحيتين انهي اور علاوہ اسکے قائل اہل مدینہ
 جو مستند طرف کتاب سنہ کی ہواوردہ اول مور سے جو ستوارشہ میں شارع سے جیسی اذان
 اقامت وصاع وید اور علما کی نزدیک ہی حجت نہیں چنانچہ مسلم الثبوت میں مباحث اجماع
 ہے مسئلہ عن الاقصاد بالمدينة ولجده قيل محمول على تقديم الرواية وقيل
 على المنقولات المستفزة كالاذان والاقامة والصاع اور جو عبارت درسات للہیب
 تائید میں حجت ہونی عمل اہل مدینہ کی درباب چہتیس رکعت کی مقرر کرنے لفظ کی ہے اس

چہ جس کوئی کی تائید نہیں ملتی مقررہ ہے کچھ بھی سوچی مطلب عبارت کی اول سے روایت
 کی ہے پس سنا جائیے کہ وہ عبارت دو سجدہ بنت و سوچ چہ جس کت نہیں سجد اول
 یہ کہ اس عبارت میں عمل اہل مدینہ کا اس یابین حجت نہیں لایا ہے جس کا طریق و سبب نقل
 ہی سے یعنی شریعہ صلعم سے نہ اجتہاد و علماء جہانہ الفاظ عبارت و اسات کی اسپر شامیز
 جو صفحہ ۲۱۰ سالہ مقررہ کے منقول ہیں حیث قال عمل اهل المدينة حجة فيما نقله
 النقل الخ اور یہ چہ جس کت اوپر سے بالیقین منقول نہیں ہیں بلکہ اجتہاد سے علمائے مدینہ
 کی جاری ہوئی ہیں اور چونکہ جب کیا کہ اہل مدینہ کی طرح کی طرف کعبہ کرتے ہیں اور اہل مدینہ
 کو یہ فضیلت اسپر نہیں ہے تو انہوں نے بجای طواف چار رکعتیں مقرر کر لیں چنانچہ کہ میری سے
 مختصر یہ نقل ہو چکا ہے اور شیخ عبدالحق نے بھی ثابت بالسنۃ من کما ہے قال الملک و بعد
 عن الشافعی ایضا انما استقر وثقون المسع وثقون مع الوفور هو عمل اهل المدينة خاصة
 و قالوا سید خات ان اهل مكة يطوفون بالبيت اسبوعا و یصلون رکعتی
 الطواف بن ترد و یحتمل و اهل المدينة لما بعد و امن ادراك هذه الفضيلة صلوا
 بن ذلك اربع رکعات و یسجدون الست عشر مرة و استمر ما دتحم علی ذلك الی
 الان و قد برزی ذلك عن عمرو علی رضی اللہ عنہ غیر مشہور عنہما کو صاحب کتاب
 کی نزدیک یہ عمل اہل مدینہ کا جسکی بنا اجتہاد ہے نہ نقل پر حجت نہ ہوگا و جب وہوم صاحب
 و اسات عمل مدینہ بقبالہ حدیث صحیحین کے حجت نہیں مانا چنانچہ صفحہ ۲۱۲ میں و اسات
 کہا ہی و عندی ہذا الحکم بقدم عمل اہل المدینۃ اعظمہ علی الحدیث الصحیح فی حدیث غیر الصحیحین
 بعد ترد و ہما فان ما اخرجه الشيخان قد تلقته الاثر بالقبول و من جملتها بل سادتها مالک
 اخرجہ اسکے مثال ہی ملتی ہے حدیث صدم لی ولی کی طرف سے سنت کی اور یہ یہ تعامل چہ جس کت
 کا حدیث صحیحین کے جو گیارہ کت ہیں بروی کے مخالف ہے لہذا یہ یہ تعامل صحیح نہ ہات کے
 نزدیک حجت نہ ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ یہ عبارت بشرطاً و وجہ تائید ہی محبت عمل مدینہ کے
 اسے چہ جس کت کی قاصر ہے اور جو معتزل نے شیخ عبدالحق سے دعویٰ سترار میں
 کت کا نقل لایا ہے جو اب اسکا ماسبق میں موجود ہے کہ یہ دعویٰ صحیح نہ ملے کہ خود

شاہ ولی اللہ صاحب سی نقل کیا ہے کہ صحابہ نے تین چیزیں بڑی اہمیت سے سمجھیں
 و قیام اول شب تثبت رکعت امین سے شرح دوام اول ثانی کی تو ہم خیر میں اس سالہ کے
 کرینگے اور ثالث یعنی بس رکعت کی متعلق پہلے ہی فتویٰ میں لکھا جا چکا ہے کہ یہ بنا پر
 قبول روایات ضعیفہ کے جو اس باب میں مروی ہیں یہ بات اوہوں نے فرمائی جیسی ترمذی
 نے جامع میں بیان مذہب میں بلا سنا دیکھا ہے کہ حضرت عمر علی سے میں رکعت کی روایت
 ہے پس جو کوئی نقل ترمذی یا شاہ ولی اللہ صاحب کی ہے اسکی واسطے دستاویز ہو سکتی ہے
 اور جو طائیفہ اہل سند تحقیق کا ہے اسکے لئے منقطع طعات محذوف الاسانید کب حجت میں
 نہ توہین جوابات مضامین اعتراض متعلقہ حاشیہ میں رکعت اب رہا جواب اس بات کا
 جو معترض نے کہی ہے کہ اگر مفتی شرمعی شرمعی تو ہم اور مسائل جو عبارت کبیری مکتبہ میں
 نیز نقل کرتے ہیں جنکی تفصیل مضمون اعتراض کی ضمن میں گزری پس سننا چاہیے کہ
 شرمعی اسکو کہتی ہیں کہ ایک بات کو اپنی فائدہ کے لئے قبول کر لیتا اور جب اس سے مطلب
 مگر بی تو اس سے رو کر دیتا چون شرمعی شرمعی نفس را فی کشف بار و نہ پروردگار
 کریم کو پیش گوید شرمعی و نہی بار حق بگوید طائرم اور یہ بات مفتی پر صادق
 نہیں آتی اسلئے کہ اوہوں نے محلام صاحب کبیری کو مستند جان کر اس واسطے شخص کو نقص
 ناگزیر نقل نہیں کیا کہ اوہ یہ بات صادق آوے اوہوں نے تو اسکو تمہارا معتقد نہ
 سمجھا اسکی بات کو تمہاری الزام کے واسطے نقل کیا ہے اس صورت میں تسلیم کیا اسکا
 سبب بات کا اوپر کہاں لازم آئے اگر وہ اسکے ان مسائل متفقہ گاہ کو مانیں تو یہ مسئلہ
 کہاں صادق آتی ہے خصوصاً جب حالت میں کہ وہ مسائل متفقہ گاہ وہی ہیں اور ہم
 لحاظ و اعتبار سے ساقط چنانچہ تفصیل اسکی بعض تقاریر ابطال اعتراض معترض کی گزرتی
 اس بیان کی حیثیت ہوا کہ مفتی یوہ ایک ہی تہمت ہے کہ وہ ایک بات کو مطلب کے وقت
 لے لیتی ہیں اور وقت خلاف مطلبی کے نہیں لیتی اب اب فرماتے کہ اب لوگوں میں تو یہ بات
 و تحقیق ہے اور ہر ذی علم پر روشن ہے پس کیا امین معلوم نہیں کیا جواب جو پہلے خاص جواب
 محرر رسالہ کی نسبت لکھا ہوں کہ روایت چندی رکعت کو ہماری الزام کی واسطے معترض

جانکر مشرک دیا اور عبادت و رسالت سے اسکی تائید ہی کی ہے لیکن اگر کوئی اس روایت پر
 عمل کرتے ہوئے لئے متقاضی ہو تو اسی ہونہ سے فرمانے لگین کہ یہ روایت ہماری لئے لائق عمل
 و قبول نہیں ہے اب آپکو اور ہم مذہب حضی بنائیوں کی باتیں معرض عرض میں لاتا ہوں کہ
 جہاں قرآن مفید مطالب معلوم ہوتا ہے اور اسکے بظاہر خلاف حدیث مذہب مخالف میں
 پائی جاتی ہے جیسی قرأت فاتحہ خلف الامام میں ظاہر آیت (اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا
 لَهُمْ لَعَلَّكُمْ أَتَمِنُوا) منع قرأت بوقت حرام ہے اور حدیث صحیحہ لا تقروا بآیات من القرآن
 اذا جہرت بہ الا بائع القرآن فانه لا صلوة لمن لم یقرء ہا اسکے مجوز نہ کہ مجوز
 تو ایسے عمل میں کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن پر عمل ہے اور یہ حدیث خبر واحد یعنی الثبوت بمقابل
 قرآن قطعی الثبوت کے حجت نہیں ہے اگر کوئی کہی کہ ظاہر اطلاق قرآن (اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا
 لَهُمْ لَعَلَّكُمْ أَتَمِنُوا) فاسمعوا الی ذکر اللہ مشعر اور اسی جو جمع ہے ہر مقام میں خواہ شہر
 ہو خواہ گاؤں میں تو یہی مسلمان ہوں خواہ بہت یا دشادہ وقت ہو یا نہ ہو پس تم اس بات
 قرآن کو کیوں نہیں مانتے کہ جمعہ کو دیہات میں فرض نہیں کہتے تو اسکے جواب میں کہتی ہیں
 کہ ہمارا حدیث پر عمل ہے جو یہ یہ ہیں ہے لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر الا فی مصحح جامع
 حسبکو حدیث ہی صاحب مذہب یہی نے کہا ہے درحقیقت وہ قول علی مرتضیٰ ہے یہ معنی ہر صرہ
 لئے ہیں جو کہ حق نے اختیار کیا ہے یعنی ہر صرہ ہے جس میں امیر ہو اور قاضی ہو اور احکام شرع
 کے جاری ہوں اور کہتی ہیں کہ اس حدیث کی اطلاق قرآن کو مفید کر دیا ہے اور وجہ
 العمل یہی ہے دیکھو بیان قرآن کو بمقابلہ ایک شرطی الثبوت چھوڑ دیا ہے یہ یہی محکمہ
 ہے ورنہ درحقیقت بیان اطلاق قرآن کو قبول ہی ہو کر حق کے چھوڑ کر کہا ہے نہ بقول علی مرتضیٰ
 کے اور نہ بقول رسول صلعم کے دوسرے مثال کہی حدیث صحیحہ کو جو مخالف مذہب کہتی ہیں
 تو بمقابلہ قیاس متروک العمل کہہ دیتے ہیں اور کہی قیاس کو جو مخالف مذہب ہو بمقابلہ حدیث
 کے اگرچہ ضعیف ہو متروک العمل کہہ دیتی ہیں قصہ ہی مثال کہی آثار صحابہ کو قیاس یہ بلکہ
 سنت پر بلکہ امر مستفاد کلام اللہ پر مقدم کرتے ہیں کہی اسکا عکس تفصیل اسکی کتب میں
 و شروح صحیحین میں موجود ہے یہاں بطور شہادت عبارت امام فخر الدین ازہری کی جو

بَابُ مَا لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَرْجِيحٍ

رسالة ترجيح مذموب شافعي بين يدي التي جازي تسمى واما اصحاب الراي فان امرهم
 في باب الخبر والقياس عجيب فتارة يرجحون القياس على الخبر وتارة بالعكس
 اما الاول فمضون مذهبنا ان التصريح بسبب مثبت للرد وعندهم ليس كذلك
 وقد ليلنا ما اخرج في الصحيحين لا يضر والا يبل والغنم فمن اتباعها بعد ذلك فهو
 بخير النظمين بعد ان يحلها ان رخصها امسكوا وان سخطها ردوها وصاعا من
 تمروا علم ان المضمون لما لم يجدوا هذا الخبر تاويله البتة يسببه مفسر في
 محل الخلاف اضطرروا الى ان يطعنوا في ابي هريرة فقالوا انه كان متساهلا
 في الرواية وما كان فيهما والقياس على خلاف هذا الخبر لانه يقتضي تقدير
 خيار العيب بالثلث ويقتضي تعويم اللبن بصاع من تمر من غير زيادة
 ولا نقصان ويقتضي ثبات عوض في مقابلة لبن حادث بعد العقد وهذه
 الاحكام مخالفة للاصول فوجب ترجيح الخبر لاجل القياس هذا كلامهم في
 ترجيح القياس على الخبر اما كلامهم في ترجيح الخبر على القياس الحلي فهو من
 وجوه احدها ان انتفاض الطهارة بصوت الفقه في الصلوة امر
 ياباه القياس الظاهر ثم انهم اثبتوا ذلك بسبب خبر متعيق ما قبله احد
 من علماء الحديث وثانيتها وهو عجيب من الاول انهم لقيد من محل
 الصحابة على القياس الحلي بل على الدليل المستفاد من بعض القرآن اما الاول
 قلانه اذ وقعت عصقورة في بئر وتفسخه قالوا نترج منها عشرة ادرى
 يصير الباقي طاهرا وصريح العقل يشهد بدفع هذا الحكم لان ماء البئر
 شئ متشابه الاخر فكيف يعقل ان يكون نزع بعض تلك الماء سببا
 لصيرورة الباقي طاهرا فنقل هذا قالوا انما حكمنا بذلك لانه نقل عن
 بعض الصحابة واما الثاني فلان البائنة في مرض الموت صريح كتاب الله
 يقتضي انها ليست بزوجة له لانها لو كانت زوجة لكان اذا ماتت بحجبه
 ان يرث عنها لقوله تعالى ولكم نصف ما ترك اذ واجكم الآية وبالاجماع

الزوج لا يرث منها فثبت انها ليست زوجة له واذا ثبت هذا وجب
 ان ترث هي منه لان الربع لضرب الزوجات فمنع ان يكون شيء منه
 نصيبا لهذه الباتنة للدليل ظاهر من كتاب الله تعالى في هذه المسئلة ثم انهم
 قالوا انها ترث بدليل ان عثمان بن عفان قضى بذلك في حق قاضي ^{جدة} ^{نام رزق} ^{جدة}
 عبد الرحمن بن عوف والعجيان ابن عوف وابن الزبير كما ناها لعنهم الله
 في هذه الفتوى ثم انهم قد موافقوا عثمان في هذه المسئلة على ظاهر
 كتاب الله تعالى فثبت انهم تارة يقدمون القياس على الخبر وتارة يقدرون
 على بعض صحابة على الكتاب وتارة يعكسون الامر في هذه الابواب فذلك
 يدل على ان طريقتهم غير مبنية على قانون مستقيم انشد بعضهم
 دين النبي محمد مختار في نعم المطية للفتى الاخبار ولربما غلط الفتى سبل
 الهدى والشمس واضحت لها النواذر لا تغفل عن الحديث واهله
 فالمرأى ليل والحديث مختار في هيتين مثالين جويان مذکور ہوں ہیں یہ آئیے اصول
 میں ہیں اور جو فروغ اونپر متفرع کرتے ہیں وہ بہت ہیں او کی تفسیر اگر لکھی جاوی تو
 دفتر ہو جاوی مضف واما کو یہیں حال کمال جاو گیا کہ ایک بات کو مطلب کے وقت فی النہا
 اور مخالف مطلب نظر آوی تو چوڑ دنیا کن کو گون کا شیوہ ہے ہا رسبہ یا محتاطین کا
قول مفتی حبیبو آنحضرت کے قول وفعل سے محبت ہوگی وہ آنحضرت کی فعل پر چلے گا اور حبیبو
 اپنے بزرگوان اور شاہین سے زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگوں کے قول وفعل پر چلے گا
اغتراض معترض علامت محبت آنحضرت کی یہی ہے کہ اتباع سنت خلفائے راشدین
 کا ہی کرین نہ یہ کہ کم ہمتی سے گیارہ رکعت پر اقتضا کریں اور فعل صحابہ کو بدعت کہیں او
 بدیس رکعت پڑھنے والی کو قرض کریں فعل شکر کریں اور تقلید آباؤی سے جواب
 پس رکعت پڑھنے میں اتباع خلفاء راشدین جیب تصور ہو جبکہ پڑھنا یا پڑھنا یا بس رکعت
 کا اونسے ثابت ہو اور اسکا ثبوت ہنوز معروض فحاشا میں ہے چنانچہ سابق میں بخوبی واضح
 ہو چکا ہے اور گیارہ رکعت پر اقتضا کرنے کو کم ہمتی کہنا طعن و قرض ہے رسول خدا صلی

پر اور صدیق اکبر اور حضرت عمر وغیرہ پر کہنے لگے کہ آنحضرت کا گیارہ رکعت پڑھنا بلا نیت
 ثابت ہے چنانچہ مقررہ صفحہ میں اسکا اقرار کیا ہے اور اسکی حدیث بھی نقل کی
 ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں بھی گیارہ رکعت پڑھے جانے کا اسکو اقرار ہے
 چنانچہ صفحہ ۲ میں روایت سائب بن یزید سے یہ امر اوسنی نقل کیا ہے اور حضرت عمر
 میں بھی خلاف اسکا مخالف و موافق کے نزدیک ثابت نہیں اور روایت بخاری وغیرہ
 و توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا صریح علی ذلک ثم کان لا صریح علی ذلک فی خلافة
 ابی بکر الخ بھی اس عدم مخالفت کی طرف مشعر ہے پس اگر یہ کہ ہم ہمتی سے تو رجوع اسکا
 حضرت رسالت و شیخین کی طرف ہوتا ہے پس معلوم نہیں کہ ایمان مقررہ کا وقت تکمیل
 و تحریر اس کلمہ کے کہاں تھا اور خوف کفر جو اہانت سنت نبوی سے لازم آتا ہے کہاں
 جاتا رہا کیا اسنی نہیں سنا کہ کسینی عہد ہارون ارشدین بمقابلہ فعل نبوی درباب
 حب کہ یہ کہتا تھا کہ مجھی خوش نہیں آتا جسیہ اسکو حکم ارادہ کا کیا گیا چنانچہ شرح
 فقر اکبر میں ہے قال ابن الہمام فقد کفر الحنفیہ ممن و اظہر علی ترک الستة
 استغفرا فاما بسبب انما فعلوا التبعی صلی اللہ علیہ وسلم نزایدہ او استقباحا
 کم استقباح من جہل العامة تحت حلقة او احفاء شارہ قلت ولذا روی
 ان ابا یوسف ذکر انہ علیہ السلام کان یحب المدابغ فقال رجل انما ما
 احبها فحکم بارتدادہ اور نہ یہ سنا کہ کیدانی نے فعل اشارہ سبا میں اتنا کہا تھا
 کہ حرام ہے اشارہ یا سبا یہ جیسی اہل حدیث کرتے ہیں حبیب لا علی قاری نے حکم تکفیر
 بخیر ذکر دیا چنانچہ اسکے رسالہ میں جو مسئلہ رفع سبا یہ میں تالیف ہے مرقوم ہے و ہذا
 منه خطا عظیم و جرم جہیم منشاء الجہل عن قواعد الاصول و منہ
 الفروع من القول ولو لاحسن الظن و تاویل کلامہ بسببہ کان کفر
 صریحا و ارتدادہ صحیحاً فہل امومن ان یحرم ما ثبت فعلہ صلی اللہ علیہ
 وسلم الی ان قال مع انہ لکن فی موجب تکفیر الکیدانی اعانة المحدثین
 الذین ہم عمدة الدین المفہوم من قولہ کاهل الحدیث المفضیۃ

قول ما علی قاری

الى قال الاھل المفوضية لسوء الحظ انھي اور نہ یہ سنا کہ بعض صحابہ نے حضرت
 کی عبارت کو اپنے حق میں کم سمجھا تھا جس پر آنحضرت نے یہ فرمایا من رغب عن سنتي
 فليس مني خبايخ السنہ مشکوٰۃ میں سچ صفحہ ۹ کے روایت ہے جاء ثلثة رهط
 الى اراج النبي صلى الله عليه وسلم يسألون عن عبادة النبي صلى الله عليه وسلم
 فلما اخبروا بما كان لهم قالوا الى ان قال قال النبي صلى الله عليه وسلم
 فمن رغب عن سنتي فليس مني اب آمیزہ کی لکھی فتنہ پر داران و محرران اس سالہ
 کو حکم و ثبوت امر کیا کہ کعت کا آنحضرت سے بخوبی معلوم ہے اور اس پر اقرار ہے لازم و واجب
 ہے کہ اسکو کم ہمتی نام نہ کہنے سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کی تجدید کریں ہمارے مقابلہ
 میں اپنے ایمان سے نا اہل نہ دہو بیہوش جیسے کسی شخص نے پرانی بد شکوئی کے لہی اپنی
 ناک کٹا دی تھی آئندہ ختم یا رہے اور جو فعل صحابہ کو بدعت کہنا اور بیوقوفیت کیا
 ہے یہی تمت ہی ہم صحابہ اس فعل کے ثبوت کے قابل ہی نہیں اور نہ اسکو بدعت سے
 تعبیر کرتے ہیں تفصیل اسکی صدر سالہ ہذا میں گزر چکی ہے اور میں کعت پر بیٹے والوں پر
 تعرض لفعل مشرکین و تقلید آباء کی کرنا اس طرف کتب تصور ہوتا جبکہ ان کے بزرگوں
 مشایخون کو مفتی نے گمراہ و مشرک کہا ہوتا ورنہ بزرگوں و مشایخون کے فعل پر چلنا خاص
 مشرکین کا گمان ہوتا ہے کیا مسلمانوں اور حقانیوں کو نہیں کہا جاتا کہ یہاں
 بزرگوں کے فعل پر چلتی ہیں آگے اون بزرگوں کا فعل حجت شرعیہ ہو خواہ ہوا و اگر
 اس لفظ کا بولنا مطلقا مشربائی اکابر کا ہے تو اس آیت کے کیا معنی ہوگی جو یوسف
 علیہ السلام کی طرف سے حکایت ہی **وَلَقَدْ مَكَّنَّا أَهْلَ الْأَرْضِ الْإِسْرَافِيَّةَ وَاسْتَحَقُّوا نَارَ**
الْعَذَابِ ان مفسرین نے آنکہہ پر بیٹی تعصب کے باندہ مفسرین کے کلام سے اجتہاد و بطل کیا
 اور ناحق تہمتیں اون پر جاکر اعتراضات پر متوجہ ہوئے ہیں **قول مفتی** اگر یہ
 ہے کہ ان کے بزرگوں کا قول و فعل موافق کسی حدیث آنحضرت کی ہے تو لازم ہے کہ اسکا
 بتا قلا وین ورنہ عالمین سنت کو معاف فرما دیں **اعتراض مقرر** حدیث
 مستحکم بخاری میں ہے **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين** جواب

یہ حدیث میں کثرت کی سند بتا سکتی ہے کہ بیان امور مذکور ثابت کرین اول
 ہونا میں کثرت کا خلفاء راشدین سے دوم یہ کہ مراد سنت خلفاء سے اس حدیث
 میں سنت انکی علیحدہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے حضم اسکو نہیں
 اور کہتا ہے کہ یہ کثیرین جائز نہیں کہ مراد اس سے وہی ایک سنت ہو جسکو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہو اور خلفائے نبوی اور بیان لفظ سنت کا مصداق ایک
 امر متعلق بالذات ہو اور اضافت اسکی طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خلفاء کی ایسی
 ہو جیسے اضافت مطلق کی طرف فیود حصص کے ہوتی ہے اور برین تقدیر سے یہ خلفاء معارف
 معادہ ہو اور معرفہ معادہ بوقت عدم قرآن میں مغایرت میں اولی کا ہوا کرتا ہے چنانچہ تویم
 قلموج میں مصرح ہے المعرفة اذا اعيدت معرفة كانت عین الاولی اور بیان ایسا
 قرنیہ کوئی نہیں جو شرف مغایرت سنت رسول کا سنت خلفاء سے ہو بلکہ تحت نہ ہونا بعض افعال
 واقوال بعض خلفاء کا قرنیہ قویہ ہے اسپر کہ بیان مراد سنتہ الخلفاء سے وہی سنت انکی ہے میر
 وہ موافق و متبع سنت نبوی ہیں نہ وہ جبکہ وہ خود موجود ہوں اگر مراد اس سے وہ سنت
 ہوتی جبکہ وہ خود موجود ہوئے اور وہ سنت نبوی کی طرف منتہی نبوی تو لازم تھا کہ اونکا
 کوئی قول فعل محال بخار و ترک عمل اور صحابہ تابعین و ائمہ مجتہدین کا نہ ہوتا حالانکہ بہت
 ایسے امور میں جو بعض خلفاء راشدین کے قول و فعل سے ثابت ہیں اور لوگوں نے قبول نہیں
 کئے بلکہ بعض ایسے امور ہیں جنسی اور ہونے خود رجوع کر لیا اگر وہ قول و فعل انکی بذات
 خود قلمع نظر توافق و متابعت سنت نبوی کے حجت ہوتے اور انکو بذات خود منصب
 تشریع تحلیل یا تحريم یا سنت کرنے یا وجوب کرنا ہوتا تو انکے وہ قول و فعل اور صحابہ و
 تابعین اور ائمہ مجتہدین سے محل انکار و ترک عمل کیوں بنتے اور وہ خود ہی ایسی رجوع کیوں
 کرتے سر اس بات کا یہ ہے کہ منصب تشریع منصب آبی ہے لہذا ہی ان الحکم و الاکالہ
 و اکثرک فی حکمہ احکامہ ام کلہم شرکاء شرعوا حکم بین الدین ماکم یا ذاق
 یلا للہ علیہ یہ اگر سنت اسکی طرف بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے تو وہ ہی اس حجت کو
 ہے کہ وہ خدا کی طرح ہے ماحم تھے اور حرام و حلال کرنے پر انور قال اللہ تعالیٰ و ما یطی

یہ حدیث میں کثرت کی سند بتا سکتی ہے کہ بیان امور مذکور ثابت کرین اول
 ہونا میں کثرت کا خلفاء راشدین سے دوم یہ کہ مراد سنت خلفاء سے اس حدیث
 میں سنت انکی علیحدہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے حضم اسکو نہیں
 اور کہتا ہے کہ یہ کثیرین جائز نہیں کہ مراد اس سے وہی ایک سنت ہو جسکو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہو اور خلفائے نبوی اور بیان لفظ سنت کا مصداق ایک
 امر متعلق بالذات ہو اور اضافت اسکی طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خلفاء کی ایسی
 ہو جیسے اضافت مطلق کی طرف فیود حصص کے ہوتی ہے اور برین تقدیر سے یہ خلفاء معارف
 معادہ ہو اور معرفہ معادہ بوقت عدم قرآن میں مغایرت میں اولی کا ہوا کرتا ہے چنانچہ تویم
 قلموج میں مصرح ہے المعرفة اذا اعيدت معرفة كانت عین الاولی اور بیان ایسا
 قرنیہ کوئی نہیں جو شرف مغایرت سنت رسول کا سنت خلفاء سے ہو بلکہ تحت نہ ہونا بعض افعال
 واقوال بعض خلفاء کا قرنیہ قویہ ہے اسپر کہ بیان مراد سنتہ الخلفاء سے وہی سنت انکی ہے میر
 وہ موافق و متبع سنت نبوی ہیں نہ وہ جبکہ وہ خود موجود ہوں اگر مراد اس سے وہ سنت
 ہوتی جبکہ وہ خود موجود ہوئے اور وہ سنت نبوی کی طرف منتہی نبوی تو لازم تھا کہ اونکا
 کوئی قول فعل محال بخار و ترک عمل اور صحابہ تابعین و ائمہ مجتہدین کا نہ ہوتا حالانکہ بہت
 ایسے امور میں جو بعض خلفاء راشدین کے قول و فعل سے ثابت ہیں اور لوگوں نے قبول نہیں
 کئے بلکہ بعض ایسے امور ہیں جنسی اور ہونے خود رجوع کر لیا اگر وہ قول و فعل انکی بذات
 خود قلمع نظر توافق و متابعت سنت نبوی کے حجت ہوتے اور انکو بذات خود منصب
 تشریع تحلیل یا تحريم یا سنت کرنے یا وجوب کرنا ہوتا تو انکے وہ قول و فعل اور صحابہ و
 تابعین اور ائمہ مجتہدین سے محل انکار و ترک عمل کیوں بنتے اور وہ خود ہی ایسی رجوع کیوں
 کرتے سر اس بات کا یہ ہے کہ منصب تشریع منصب آبی ہے لہذا ہی ان الحکم و الاکالہ
 و اکثرک فی حکمہ احکامہ ام کلہم شرکاء شرعوا حکم بین الدین ماکم یا ذاق
 یلا للہ علیہ یہ اگر سنت اسکی طرف بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے تو وہ ہی اس حجت کو
 ہے کہ وہ خدا کی طرح ہے ماحم تھے اور حرام و حلال کرنے پر انور قال اللہ تعالیٰ و ما یطی

فہم فیہ کہ انہی نہ صحیح تھ کہ چہ تہ بہ بیقہ ہر بخیر احسنہ عمر ۱۲۱۰ ہجری ۱۸۲۵ء مکتبہ شریفہ
 فیہ کہ انہی نہ صحیح تھ کہ چہ تہ بہ بیقہ ہر بخیر احسنہ عمر ۱۲۱۰ ہجری ۱۸۲۵ء مکتبہ شریفہ

بابت قرآن میں فرماتا ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَهْلُ الْبَيْتِ قَطْ** یعنی یہاں تک کہ انکو مال کیسے پس تم
 کہا کہ منع کرتے ہو میں حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر کے اسکی بات تسلیم کر لی دیکھو
 اس قصہ کو تفسیر مدارک کے صفحہ ۱۲۸ میں جی چکا چارم علی مرتضیٰ رحمہ اللہ نے ایک قوم مرتدین کو
 جلادیا تھا جمین حضرت ابن عباسؓ نے اونپر انکار کیا دیکھو یہ بخاری کے صفحہ ۲۳۲ میں جسکا جی
 چاہے سچ حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے کو کہا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس بات کو پسند کیا
 اور کہا کیف نقل شیثا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کہ انکی سمجھ میں آئے
 حکمت نہ آئی پھر بعد اتفاق رائی و نون کے زید بن ثابتؓ فی دونوں پر انکار کیا اور کہا کیف
 نقلون شیثا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ اسکی سمجھ میں آئے
 اسکی آگئی دیکھو یہ بات بخاری میں صفحہ ۷۵۷ جکا جی چاہے انکے سوا ہی اسکی مثالیں
 اور نظیریں اور یہی بہن میں اگر سب لکھی جاوین تو طوالت ہوتی ہے لہذا اسقدر پر لکھا گیا
 اگر کوئی بمقابل اسکے معایرہ سنتین پر ذکر سنت خلفا کو بعد ذکر سنت نبوی کی قرینہ تہیرا دی اور کہی
 کہ اگر سنت خلفا سے سنت نبوی ہی مراد تھی تو پھر ذکر سنت خلفا اور اسکی نسبت کا طرف خلفا
 کی کیا فائدہ ہے؟ جواب اسکا یہ ہے کہ مفاد اس سے یہ ہو سکتا ہے کہ سنت نبوی جو معمولہ خلفا
 ہو اسکا یقینا سنت نبوی ہونا اور حضرت رسالت سے منقول ہونا عیان ہو سکتا ہے وہ
 یقیناً جان سکتی ہیں کہ یہ سنت نبوی ہے جو خلفا ہی اشدین میں متواتر و منقول و مروج ہے
 لہذا اسکا عمل و قبول تو پھر نہایت لازم ہے اور وہ اسکی ترک و انکار سے بہت ملام و تعاب
 ہو سکتی ہیں بخلاف اس سنت کی جسکو خلفا ہی اشدین میں نقل و قبول میں نہ لاوین بلکہ کوئی احادیث
 صحابہ سے اسکو نقل کرے اس میں لوگوں کو اسقدر اسکی ثبوت میں طمانیت حاصل نہیں ہو
 اور وہ اسکی ترک ہی اسقدر ملامت و عنایہ مستحق نہیں ہوتی اگرچہ بطلاق تسلیم و قبول
 اسکا بھی انپر لازم ہے اور عموم اور خصوص کا انکے عمل و قبول پر ناطق ہے نظیر سنت مسکونہ خلفا
 کی خرید تا کہید اخذ میں اجماع صحابہ ہے جسکا مستند کوئی خبر واحد ہو جیسی کہ اتفاق اونکا حدیث
 نہایت پر کہ قبول اسکا بطور اسکے کہ اسپر اتفاق صحابہ نہ ہو گیا ہے اور یہ انکی اجماع سے معمول و
 متواتر ہی بہت لازم و واجب ہے کہ مطلق قبول اسکا بجز غیرہ بن شعبہؓ اوی اس حدیث کی ہی

۱۸۲۵ء مکتبہ شریفہ ۱۲۱۰ ہجری ۱۸۲۵ء مکتبہ شریفہ

۱۸۲۵ء مکتبہ شریفہ ۱۲۱۰ ہجری ۱۸۲۵ء مکتبہ شریفہ

لازم تھا لیکن اگر اس پر اس طرح کا اتفاق خلافا کا نہ ہوتا تو یہ اگر کوئی اس کا انکار ہی کرتا اور کہے
 راوی کے حفظ و نقل پر اعتقاد کرتا تو اس کے واسطے گنجائش تھی مثال گمبہ ہے جو صحیح بخاری
 و مسلم میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیث عمار بن یاسر کو تم جتنی کی باب میں قبول نہیں کیا
 ایسا ہی ابن مسعودؓ اس کو نہیں مانا جب ابو موسیٰ اشعری نے اس کو پیش کیا تو انہوں نے
 یہی کہا دیکھو عمرؓ فاروقؓ نے اس حدیث سے قناعت نہیں کی رواہ البخاری صفحہ ۵۷ میں
 صحیحہ دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ و غیرہ نے حدیث فاطمہ بنت قیس کے بات نفقہ و سکنی
 مطلقہ میں قبول نہیں کی اور کہا لا نزلک کتار اللہ تعالیٰ وسنة نبینا بقول اہل
 لاندہری احتفظت ام سنیث رواہ مسلم فی صحیحہ والترمذی صفحہ ۱۰۱- اس سے
 کوئی یہ نہ سمجھی کہ ہم انکی انکار اجماع کو پسند کرتے ہیں اور یہی اعتقاد و عمل رکھتی ہیں چنانچہ
 وکلاء غرض ہماری ان باتوں کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ ایسی احادیث جبکہ احاد صحابہ نقل
 کریں ان میں بسبب عدم اعتقاد کی انکے حفظ و ضبط پر رد و انکار کی کفایت گنجائش ہے اور ماننے والی کی
 پاس اس میں عذر و دست آویز نہیں ہو سکتی ہے بخلاف اون احادیث و سنن کے جبکہ خلفائے راشدین
 عمل میں لاویں اور نقل کریں کہ ان میں عذر و دست نہ نکرتا قطع ہے اور اسکی حجت نامہ تمام ائمہ و محدثین
 فرمایا کہ جس سنت میری کو تم خلفائے راشدین سے متواتر پاؤ اسکو خوب لازم مکر و بینی اسکی
 ترک کرنے میں تم کسی وجہ سے معذور نہیں ہو سکتی اصرار و اصرار اس امر کا کہ مراد ان
 حدیث میں سنت ہر ایک خلیفہ کی اکیل اکیل ہو سکتی ہے خصم اسکو تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے
 کہ یہ کیون جائز نہیں کہ مراد اس سے وہ سنت ہو جس میں خلفاء متفق ہوں چنانچہ مصنف ہونا ہے
 صیغہ واحد کا طرف جمع خلفاء کی جو معروف باللام ہے اور استتراق افراد کی واسطی مفر
 اس کی تاکید کرتا اور جمع معروف باللام کا مفید استتراق ہونا چاہئے کہ عندہ ہو توضیح دیکھ کے
 صفحہ ۵۷ واہ وغیرہ سے ثابت ہو بنا علیہ اس حدیث میں اس ایک سنت کی اخذ و عمل کے
 تاکید ہوئی جو ہر فرد خلفاء کی سنت ہو نہ وہ سنت جو کسی فرد خاص یا ایک دو کی ہو
 یہ بات تب منظور تھی جبکہ اس حدیث میں بجای لفظ سنت کی جو صیغہ واحد ہے لفظ
 سنن کا جو جمع ہے ہوتا اس صورت میں کہا جاسکتا کہ یہاں مقابلہ جمع ساتھ جمع

ہے جس میں مقابلہ احاد کا ساتھ احاد کی ہوتا ہے جسے شرح وقایہ میں آیہ فاعلموا وجہکم
 میں یہ تقریر کی ہے اور اصول فقہ میں ہی یہ مسئلہ مذکور ہے واولیس فلیس ہماری بعض حائزین
 نے استغراق عام کا مجموعہ افراد میں مانکر اس میں یہ بات نکالی ہے کہ ایسے استغراق افراد ہی ہے نہ مجموعی
 شاید ان کی غرض یہ ہو کہ مجموعہ افراد خلفا ایمان مراد نہیں لیکن ہماری ہمت میں یہ بات ان کی
 مفید رہا نہیں اس لئے کہ استغراق افراد کی تو وہ خود قائل ہی ہیں اور اس کا لازمہ یہ ہے کہ ہر فرد
 کا ایمان واد ہو اور یہی عین ہمارا مدعا ہے مجموعہ بشرط اجتماع لینا ہمیں کچھ ضرور نہیں اور اگر
 مراد استغراق افراد ہی استغراق بدلی ہو تو اولاً یہ تعبیر عن الشیء بالامیان ہے اور ثانیاً
 یہ خلاف تصریحات اصولیین ہے کہ اصول میں استغراق بدلی امثال من یا تنی اولاً فایہم
 میں کتنی ہیں نہ جمع محلی باللام میں اور نہ اول اسمائیں جو معنی جمع میں ہیں جیسے مطر و
 توضیح کی صفحہ ۵۰ میں ہے فصل فی الفاظ وہی اماعام بصیغۃ معناه کا لکل واما اعام
 بمعناه و هذا اما ان یتناول الجمع کا لہرط والہوم وهو فی معنی الجمع وکل واحد علی سبیل التمثیل
 نحو من یا تنی فایہم اولی سبیل للبدل یعنی یا تنی اولاً فایہم فالجمع معانی معناه بطریق علی التلئے
 فصاعداً لان اقل الجمع التلئے الی ان قال صفحہ ۵۱ منھا ای انما العام المجمع المعروف باللام اذ لم یکن معنی
 لان العرف لیس بالمآلہ فی الجمع وایضا لان عدم الاولیۃ تعین کل واحدکم بقولہ الامیان
 انھی اولیۃ یخرج من کل قول من ذہابان یتناول کل واحد ای علی العلم بمعناه فقط اما ان یتناول المجموع فلا
 واما ان یتناول کل واحد المتناول کل واحد اما ان یتناول کل واحد علی سبیل التمثیل وعلی سبیل التمثیل
 ان یعلق الحكم بجمع الاحاد لکل واحد علی سبیل الانفراد حیث ثبت الاحاد اما یثبت لانه داخل
 المجموع الخ انتہی اور بدلی قول ان فالجمع الخ کی کہ اس میں بھی ان معنی میں جمیع الاحاد سواء كانت ثلثہ او
 او ما فوق ذلک وطمین المراد انہ عند الاطلاق یحتمل ان یراد بہ الثلاثہ وان یراد بہ الاربعہ وغیر
 ذلک من الاعداد لانه صحیح کہ یکنون مبہما عند ال علی الاستغراق فلا یراجع الی الجمع بل یراجع لان اللزوم
 علی الاستغراق شرط فیہ اور بدلی قول ان فی الجمع ثلثہ کہ اس میں استغراقی اقل عدد بطریق صریح
 الجمع فذہب اکثر الصحاح والفقہاء واثبتہ النفاۃ الی انہ ثلثہ حتی لو حلف لا یردج النساء لا یجوز
 بزوج مراہقن واذہب بعضهم الی انہ اثنتان لراہقہ مراد ثلثہ خلفا سی حدیث میں سنت کے ہو

نہیں ہوتی اور جواب آپکو سنت بعد از جنگ بات یاد دینی ہے کہ یہ سب کے ساتھ تین و تر
 ملا کر اول بارہ رکعت سنت صحابہ ٹھہراوین اور آخر میں گیارہ رکعت کو گیارہ رکعت
 معمولہ حضرت سہمیں اسکا جواب جواب جو سوم میں آویگا جواب چہ دوم یہ واجب
 معتزل کی سوہنہی سے ناشی ہے ولعمہ ما قبل شروکم من عایب قوہ لا صحیحاً
 واقعہ من العضم السقیم مفتی کے کلام سے یہ نہیں نکلتا کہ گیارہ رکعت سنت ایک
 نبوی ہے جس سے نہ کسی حضرت نبی کی زیادتی اور یہ بھی نہیں نکلتا کہ اس سے کسی زیادتی کرنی
 موافق اور نہ روایات کے جو حضرت سے ثابت ہیں جائز نہیں مطالبات اونکا یہی ہے کہ تغیر دنیا
 فعل نبوی کا ساتھ اس چیز کے جو حضرت سے مروی نہیں جیسی ہیں کثرت یہ موجب
 نہ ہونے سنت کا ہی اور جو معتزل نے ایسے جواز تغیر سے جس میں ایک سنت کی جگہ دوسری
 سنت عمل میں آوی جو از اس تغیر کا نکالنا ہے جس میں جہابی سنت کی ایک امر غیر مسنون کچھ کہا
 جاوی یہ جہاد باطل قیاس مع الفارق ہے اگر اسکو معتزل جانیہ سمجھتا ہے تو جہابی
 بچاس رکعت کی جواز کا بھی فتویٰ نبوی یہ سمجھ کر آنحضرت سے کچھ تو کمی بیشی اور تغیر کیا رکعت
 کا ہو اتنی پس دنیا میں اس کے بچاس رکعت پر نبی سے تغیر ہو جاوی تو کیا مضائقہ ہے جواب
 وجہ سوم یہ بات آپکو اب سوچی ہے کہ دعویٰ میں کا جو کثرتیں رکعت میں سے پہلی بارہ
 رکعت سنت صحابہ ٹھہراوین اور گیارہ اخیر کو سنت نبوی پس وہ اعتراض جو ہل فتویٰ میں
 لکھا جا چکا ہے اس صورت میں وارد نہیں ہے لیکن اس میں اور کئی وجہ سے کلام سے اول یہ
 کہ اب ثابت کریں کہ صحابہ نے بارہ رکعت اول کو اپنی زیادات ٹھہرایا ہے اور باقی کو فعل
 نبوی اور یہی بات اور میں کثرت پر نہیں الی آج تک سمجھتی آئے ہیں کلام ابن الہمام فتح
 القدیر میں جو ہمارے سالہ کے صفحہ ۲۱ میں اور ہمارے سالہ میں بھی بعض عیادت حج وغیرہ
 اور وہ ہے ای مقتضی الدلیل کون المسنون مضافاً ثانیۃ والباقی مستحباً یہ تو ہمارے
 اس تجویز کا کذب ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ بارہ رکعت اخیر جسکو باقی کہہ سکتی ہیں مسنون
 معمول صحابہ میں نہ اول انہر اطلاق لفظ باقی لغت صحیحہ نہیں ہے پس جبکہ صحابہ کا معمول
 برعم تھا ہی اکابر کے بارہ کثرتیں اخیر نہیں تو تم اپنی سنت میں پہلی بارہ رکعت کو قطعاً عمل صحابہ ٹھہراؤ

دوم نبوت اس وقت تک کہ گت کا صحابہ ہی ہند صحیح جس تفضیل و شرط سے کہ گزر اہم ہو جائے
 نبوت کرنا اور ان لوگوں کا جو تیس گت نہیں اس طرح کہ اول بارہ میں نیت ادائی فعل صحابہ کی
 کریں اور اخیر گیارہ میں نیت ادائی فعل نبوی کی لازم تیار دین یہ نہیں ہو سکتا کہ تیس گت نیت
 بڑھ لیں اور سچی ایک بات بنا کر حساب پورا کرنا دین یہ اسلئے کہ نماز میں نیت ایک کن
 اعظم ہے اور مقدم ہونا اسکا ضروریات سے ہے نہ ایسی کج طرح و خرچ کا حساب سچی سے لگا یا جا
 محرران رسالہ حلقہ بیان کریں کہ قبل اس حساب بنائی کے جو اوہوں نے تیس گت ادا
 کی ہیں اور نین انکی یہ نیت تھی و کفی باللہ شہیداً جو اب وجہ چارم تفسیر سنت وہ ہے
 جس میں سنت کو اس طرح بدلا دین جسکی اجازت قول یا فعل یا تقریر نبوی میں بائی نہ جاوے
 اور پہلو گون میں یہ امور مستند جو معترض نے جمائی ہیں اگر یا فرض یا بی ہی جاتی ہیں ہر ایک
 کے واسطے مستند قول یا فعل نبوی سے موجود ہی ہیں سنو کہ مستند اول شب پڑھنی و نیز کا
 تو یہ ہے کہ آنحضرت نے اول شب ہی وتر پڑھے ہیں چنانچہ مشکوٰۃ میں صفحہ ۱۰۶ عایشہ سی
 روایت ہے یا اور رسول اللہ صلعم فی اول اللیل و رہا اور ترقی آخرہ اور معترض ہی
 اسکا معترض ہی صفحہ ۱۲ میں اپنے رسالے کے دوم یہ کہ اول شب وتر ہی لوگ پڑھتی ہیں تنکو
 آخر شب پڑھتی کی بابت غلبہ قوم کے عادت و امید نہیں سوائے کہ حق میں اول وقت وتر پڑھنی
 کی اجازت آنحضرت ثابت ہی چنانچہ مشکوٰۃ کے صفحہ ۳۳ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ اور ابو ہریرہ سے روایت ہی قال ما وجا
 خلیف ثلاث صیام ثلثة ایام من کل شھر و رکعتی الضحی و ان اوق قبل ان انام
 متفق علیہ اور مستند مسجد میں پڑھنی تلویح کا یہ ہے کہ آنحضرت پڑھنا اسکا ثابت ہی گریہ
 صرف دو تین ہی شب پڑھنا چنانچہ صفحہ ۱۰۶ مشکوٰۃ میں ہے عن زید بن ثابت ان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرة فی المسجد من حصیر فضلی فیہ الیالی حتی اجتمع علیہ
 ناس الہی من صفحہ میں دوسرے حدیث ہیں عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم فلم یقم بنا شیاً من الشھر حتی یقعی صبح فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما کان
 السادسة لم یقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ

مستند اول

مستند دوم

مستند سوم

مشہور ہے

لما نفلتنا قیام هذه الليلة فقال ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف خست قیام
 ليلة فلما كانت لیل یغفر له یقسم بنا حتى یقی ثلث اللیل فلما كانت الثالثة جمع اهلہ ونساءه و
 الناس فقام بنا حتى خست ان یقولنا الصلح الی آخر الحدیث اور مستند تھوڑی قرات پر
 کا اگر بالفرض کسی سے یہ ہمارے ساتھ ہو تو یہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من قام
 بعشر آیات لم یکتب من العاقبتین ومن قام بمائة آیت کتب من العاقبتین ومن قام بالف آیت
 کتب من المقنطریں روایت اسکو ابوداؤد نے چنانچہ مشکوٰۃ کے صفحہ ۹۹ میں ہے اور طرف
 غالباً ایسا کوئی ہو گا جو سو آیت سو کم پڑھتا ہو بخلاف بہادری بہادری و نہ تہاری جانب کے کہ
 اونہیں سے بہت لوگ اکثر مسجد وں میں اسقدر قرات پراکتفا کرتے ہیں کہ مدامتاً ان
 اللہ اکبر فیما یاء ربکم انک کذا بان اللہ اکبر حراً مقصداً فی الخیام اللہ اکبر اور بجا
 رکوع و سجود کے قرات غراب سے جو حدیث میں منافقوں کے حق میں آیا ہے زیادہ نہیں کرتے
 اور اپنی فعلوں سے اور اس بُری نفسانی قصد کے تصدیق کرتے ہیں جو سلطان مجبور کی مجلس میں
 قاتل ہر روزی سے محض نفسانیت سے واقع ہوا ہو کہ اس نے امام ابوحنیفہ رحم کی نماز کی نقل کیے
 اور بجا قرات کے دو برگ سبز پراکتفا کیا۔ اسکو ہی اس نفسانیت کے جب ہی گنجائش
 ہوئی جبکہ اس نے انکی بعض اتباع مصداق مذہب نام کفہہ نکونامی چند سے سو یہ فعل
 دیکھو یہ لوگ ایسے کام کرتے تو مخالفین کو اوپر طعن کرنے کے کیوں گنجائش ہوتی۔ اور مستند
 دو رکعت پڑھنی کا یہ ہے جو مشکوٰۃ کے صفحہ ۹۹ میں ہے عجبت لشدۃ رضا قالت کان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیما بین ان یرفع من صلاۃ العشاء الی الفجر احدى عشرة رکعة
 یسلم من کل رکعتین یوتر بواحدة الحدیث و نیز مشکوٰۃ کے صفحہ ۱۰۰ میں ہے کہ وہ صلوٰۃ
 الدلیل متنی مثنی۔ معروض نے ایک روایت چار رکعت پڑھنی کے دیکھ کر اور احادیث مذکورہ
 بالا کو اکبر مذکر کر دو دو رکعت پڑھنی کو تغیر سنت نام رکھا اور اس بات کا مصداق ثابت
 حفظت شیئا وغایت عنک اشیاء۔ مستند جماعت سے پڑھنی کا وہی حدیث ہے جو مستند
 ثانی یعنی اجتمع مساجد میں گذرا اسید صاف تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبائیم
 پسند تھا لیکن ہرگز کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو بخوف فرضیت تھا پس جب

مشہور ہے

مشہور ہے

صبح آنی خوفِ فرضیت سے امن دیکھا تو اس امر محبوبِ نبوی کو رواج دیدیا چنانچہ اس ربیالی کے صفحہ دوم میں تصدیق میں اس مضمون کی گذر چکے ہیں اس میں زیادتی کچھ نہیں ہے اپنی طرف سے کوئی سمجھ لے تو اسکی خطا ہو۔ اور یہ جو معترض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا پڑھنی کو افضل فرمایا ہے یہ محض کذب ہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں فرمایا کہ تنہا پڑھنا جماعت سے افضل ہے مان اللہ یہ فرمایا ہے کہ نفلوں کا گہرین پڑھنا بہتر و افضل ہے سو یہ کہان اور وہ کہان معترض نے خدایتالی کا خوف نہ کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا اور مصداق اس حدیث کا بنا من کذب علی متعذراً فلیتیق مقعداً صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب سے پہلے پڑھنی کا بھی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے گذر چکا۔ الغرض حقیقی انواعِ تغیر سنت معترض نے ہم متبعین سنتِ سید المرسلین کے طریف نسبت کئی ہیں بالفرض اگر وہ کسی میں ہم میں سے پائی ہی جاتی ہے ہیں تو وہ بسند قول یا فعلِ نبوی کے ہیں کوئی اپنی رائی سے نہیں اور نہ مشہورات بی سند سے جیسے تغیر کیا رہ رکعت مسنون کا ساتھ بیس رکعت کے مخالفین سے واقع ہے وہ اسلام مع الاکرام علی من اتبع الهدی

امتعة صفحہ ۱۰۳

حاشیہ صفحہ نمبر ۸۔ کتب احادیث میں گیارہ رکعتیں تراویح نبوی کے باہر ہیں جس کو محدثین قیام رمضان پڑھتے ہیں اور وہین اور اس گیارہ رکعت کو عبارت امداد الفلاح جو صفحہ ۱۰ میں ماسر سا کہی ہے اور نفحات شریعی میں جو صفحہ ۹ میں ہے اور عبارت مرقات علی قاری جو صفحہ ۱۰ میں ہے اور عبارت رسالۃ التراویح سیوطی میں جو صفحہ ۱۰ میں ہے تراویح نبوی ٹہرایا ہے پس جو عبارت بحر و طحاویں آٹھ ہی رکعت کو تراویح کو خاص کیا ہے اور یہی آجکل زبان زد مخالف و موافق کے ہو رہا ہوا اور اسکیکو بعض معاصرین نے اپنے بعض سائل میں مندرج کیا ہے اور اسکیبہ فائدہ نکالا ہے کہ میں کثرت محمولہ صحابہ میں آٹھ رکعت معمولہ حضرت نبی علیہ السلام ہی آجاتے ہیں۔ اسکی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور اگر اونکا یہ گمان ہو کہ گیارہ رکعت میں تراویح فقط آٹھ ہی ہیں اور باقی تین وتر تو ہیں ایک محض تخمین اور خانہ ساز بات ہے ورنہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ اللیل جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں پڑھی ہے چار اور کوئی پڑھے رمضان خواہ غیر رمضان میں وہ بھی وتر میں چنانچہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاضلینے قیام اللیل پر جبکہ رمضان میں باجماعت ادا فرمایا ہے اطلاق وتر اس حدیث میں فرماتے ہیں عن جابر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم فی شہر رمضان ثم انتظر اصابا لقا بلہ فلم یخرج وقال انی خفت ان یتب علیکم الوتر رواہ ابن حبان۔ ابسنو وہ حدیث حسین اور ون کو قیام اللیل کو وتر فرمایا ہے عن ابن ہشام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلہ صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی فاذا اختلج احکام الصبح صلی رکعتا وحداۃ تو تر لہ ما قد صلی متفق علیہ قال فی المرقاۃ ای تجعل تلك الركعة صلوٰۃ اللیل

التي صلها وتلك التي - اب انك كوني كهي كهيان تمام صلوة الليل كونه وتر فرمايا ہے نہ شرعا
 تواو كوكها جاد كوكها حتى تعالى في رسول مقبول صلى الله عليه وسلم كود اسطى ميان شرع لغات
 كى بنين بهيجا ہے اس امر كے لئے عرب كى لغت دان كافى تهي لهذا اطلاقا شاع من حل
 الفاظ كا معاني شرعية پر لازم ہے ماو اميكه كوي لمن قطعى اس سے منع نكرى اسيو اسطى علمائے
 اصول فقہ من قاعده مقرر كر كرها ہے كہ حل لفظ شاع كا او چقيقت شرعى كہ مقدم ہے حل
 كرنيمه او چقيقت لغوى كے چنانچہ شرح مسلم كے صفحہ ۴۴۴ میں ہوا حل اللفظ على الحقيقة
 الشرعية مقدم على حمله على الحقيقة اللغوية كما انفردوا في اصول الفقہ انتهى - او راياسى
 نيل الاوطار شرح منقلى الاخبار میں ہے اور اگر اس محل میں كوي لمن قطعى ہے تو دعوى بيان كى
 اسين اگر كوي يہ مانع پيش كرے كہ احكام و صفات وتر و صلوة الليل باہم مخالف ہیں جس سے
 مخالف باہمی اوكا لازم آتا ہے از انجمله يہ كہ و تراول شب يہ درست ہو اور قيام الليل غرض
 يہى چاہے و از انجمله يہ كہ و ترايك ركعت كے ساتھ درست ہو بخلاف قيام الليل كے جس میں
 ايك ركعت كافى نہیں از انجمله يہ و تراوجب ہو اور اسمين و عیدامى ہے جيسو او تن حق
 فمن لم يوتر فليس متئا - اسيو اسطى اسكى فوت ہو جائيسے اگر قضا كا امر آيا ہے بخلاف قيام الليل
 كے و از انجمله يہ كہ كسى عادت میں وتر كہ صلوة الليل سے علاوہ نماز پر اطلاق كيا ہے ايك
 حديث میں ہے ان حضرت صلى الله عليه وسلم رات كو تيرہ ركعت پڑھتے جس میں پانچ كے ساتھ وتر
 كرتے - ايك میں ہى انين سے ہوتے و تراورد و ركعتين فجر كے اور بعض احاديث میں يوں آيا
 ہے كہ ان حضرت صلى الله عليه وسلم دو دوا چار چار ركعتين پڑھتے وتر كرتے ساتھ ايك ركعت
 كے باتين كے اور ايك حديث میں آيا ہے كہ ان حضرت صلى الله عليه وسلم رات كى نماز پڑھتے جو تين
 پڑھتے تو حضرت عائشہ رضية اللہ عنہا كہا كے پس وہ و تراوتر تين اور خاص قيام رمضان میں ان حضرت
 صلى الله عليه وسلم كے روايت ابن جابر بن اسطرح آيا ہے انہ صلى الله عليه وسلم في رمضان فصلين
 ركعتين والى ترايسى روايات اور مسيون ہين جسے معلوم ہوتا ہے كہ و تراوشى ہے قيام
 الليل اور از انجمله يہ كہ محدثين قيام الليل كو عليحدہ ابواب میں ذكر كرتے ہين اور و تراو
 عليحدہ میں وقف على ہذا تو دفع اسكا يہ ہے كہ كسى حكم میں احكام نہ كورہ میں سے و تراو

قیام اللیل تنہا اف نہیں حکم اول میں اسلام متخالف نہیں کہ اول شب وتر پڑھنا اور سکر حق میں
ہے جو آخر شب اوٹھ نہ سکر چنانچہ حدیث جابر رضی عنہ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من خاف أن لا یقوم آخر اللیل فلیؤت اولہ ومن طمع ان یقوم آخرہ فلیؤت آخر اللیل فان
صلوٰۃ آخر اللیل مشہودہ وذلک افضل ذوالہ مسلمہ اور یہی حال ہے قیام اللیل کا کہ وہ
آخر شب نہ اوٹھنے والے کے لئے اول شب میں درست ہو چنانچہ حدیث ثوبان میں بھی
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا السہر جہد وقل فاذا ارکع احدکم علی رکع
رکعتین فان قام من اللیل ولا کانت لہ رجاۃ الدار حی قال فی المرقاۃ ای کا قیام
من قیام اللیل انتہی اور فعل ان حضرت مسلم قیام رمضان میں جبکہ بیان حدیث ابو ذر میں
بصغیر ہم رسالہ کر گزر رہے کہ جیات شب باقی رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثلث رات تک
قیام کیا اور جب پانچ رہیں تو نصف تک کیا پہر لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لو نفلتہنا قیام ہذا اللیلۃ یعنی اور زیادہ کریں تو خوب ہو تو آپ نے فرمایا ان لوکل
اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسبہ قیام لیلۃ یعنی اس میں قیام اللیل ہو چکا ہے یہ
اس پر ناطق ہے کہ اوں دو راتوں میں قیام اللیل آپ کا اول شب واقع ہوا اور جو ان حضرت ص
نے اول شب وتر پڑھی جیسے کہ اس حدیث میں ہے رہا او تر پہ اول اللیل دیکھا او تر پہ آخر
روا ابو داود اور کل اللیل او تر پہ اول اللہ صلعم من اول اللیل وواسطہ وآخر الحدیث
الشیخان اس میں بھی غور کیا دے تو اول شب کے قیام کا جواز نکل آتا ہے اس لئے کہ جو اول شب
آپ نے وتر پڑھے میں یہی آپ کا قیام اللیل ہے کیونکہ کہیں ثابت نہیں کہ جب شب وتر پڑھی میں
تو پہر اس شب کے اخیر میں قیام اللیل علیحدہ کیا ہو۔ من ادعی فعلیہ البیان حکم ثانی میں ہے
متخالف نہیں کہ اگر وتر اور قیام اللیل میں ایک رکعت کے جائز کافی ہونے میں متخالف
ٹھہرایا ہے تو یہ محض غلط ہے کیونکہ جیسے وتر میں ایک رکعت جائز ہے ایسی ہی قیام اللیل
میں بھی ایک رکعت جائز وکتفی ہے چنانچہ کتاب طبرانی میں ہے عن ابن عباس قال
احم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لصلوۃ اللیل ورتب فیہا حتی قال علیکم الصلوۃ اللیل
ولو رکعۃ اسکو محلی شرح مؤطا میں ذکر کیا ہے بلکہ غور کرو تو اسی سے جواز ایک

رکعت وتر کا جس سے پہلے کچھ نہ پڑھا جاوے نکلتا ہے چنانچہ اسی روایت سے محلی
 میں جو اتر رکعت واحدہ پر استدال کیا ہے یہاں محلی پورے کلام نقل کیجاتی ہے
 وروی عبد المجتبیٰ فی الاحکام من حجتہ ابن عبد البر عن الخدیجی انہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فی علی البتراء ان یصلی الرجل واحدا یوتر فیہ عثمان بن محمد بن ربیعۃ قال واما
 فی حدیثہ الروم واما الشافعی ان عمر دخل المسجد فصلى رکعة فقال انما هو تطوع
 فمن شاء اذ من شاء نقص اجتهد بالشافعی حر علی واکاھر فی النطق واسمع وین
 لابن عباس قال امرہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یصلوہ اللیل ویرغب فیہا حتی قال
 علیکم صلوة اللیل ولو ہرکة۔ (روا الطبرانی)۔ اور اگر ایک رکعت کے سنون پڑھنے
 میں تحالف ٹھہرایا ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ جیسے ایک رکعت قائم اللیل کے ادا ہونے میں
 کافی نہیں ایسی ہی وتر کے ادا میں ایک رکعت کافی نہیں ان حضرت علی اللہ
 علیہ وسلم سے کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ اوہوں نے نماز وتر میں فقط ایک رکعت پر کف
 کیا ہو اور اس سے پہلے کوئی شفع نہ پڑھا ہو بلکہ حد و کثرت نماز آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 جو اتر کو پڑھا کرتے سات سے کم تھی چنانچہ سنن ابو داؤد و صحیح مسلم ۱۹۲ میں ہر عائشہ
 قالت کان صلی اللہ علیہ وسلم یوتر باربع وثلاث وست وثلاث وثمان وثلاث وعشع وثلاث
 ولم یکن یوتر بالقص من سبع ولا باکثر من ثلاث عشر وروی بعض روایات میں پانچ رکعت یا
 تین کا ذکر آیا ہو تو ان کے پہلے یا چھ شفع پڑھنی کا ذکر یہ آگیا ہے۔ دیکھ کے کتب سنن
 جس کا جی چاہے سنن ابو داؤد وین بصغیر ۸۱۸ و ۸۱۹ سنن نسائی میں بصغیر ۱۵۴ جامع ترمذی
 میں بصغیر ۱۶۳ ایسا ہے جو بعض روایات میں ذکر ایک رکعت سے وتر کر نیکا آن حضرت سے آیا
 ہے اسکے بھی یہی معنی ہیں کہ پہلے شفعوں کو ایک رکعت پڑھ کر وتر کیا نہ یہ کہ خالی ایک
 پڑھی یہ بات صحیحین وین میں خوب مفصل ہے سنن نسائی میں ایک بات ایسے صفوں کا
 عقد کیا ہے کہ ایک رکعت سے وتر کیونکر چاہئے چنانچہ صفوہ ۱۵۴ میں کہا ہے کیف البوتر
 بواحدة اخبرنا الربیع الی ان قال عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللیل مثنیٰ
 مثنیٰ فاذا اردت ان تنصرف فارکع بواحدة لوتر بذا لك ما قد صلیت انت علی اصل حدیث کا

صحیح بخاری کے صفحہ ۱۳۵ میں وصیہ مسلم کے صفحہ ۱۲۵ میں ہے اور یہی مذہب مالکیہ کا ہے پہلی
 شفع پڑھ کر ایک ساتھ دہرائے اور اسی کو شافعی رحمہ افضل کہتے ہیں اگرچہ وہ تنہا ایک کثرت
 پڑھنے کے جواز کے بھی قائل ہیں لیکن مفروض اس شق کا جواز نہیں بلکہ سنت ہے۔ ایہم
 تاہم اس میں کہ ایک کثرت پڑھنی سنت بنوی صد نہیں ہے اسکے پہلے کسی قدر شفع ضرور
 پڑھنا چاہئے بعض عبارات علماء کے نقل کرتے ہیں۔ محلی شرح مؤطا میں ہے مالک عن ابن شہاب
 ان سعد بن ابی وقاص القریشی حدّث العشرة المباشرة كان يوتر بعد العشرة اي فرض الغشاء
 بواحدة فلا يشفع قبلها قال مالك وليس على هذا العمل عندنا بالمدينة ولكن اذ في الوتر
 ثلث يشفع بين كعتين ويسلم ثم يوتر بواحدة فان لم يفصل بينهما ونسى الى ان قائم في الثالثة
 يسجد للسجدة الخطاء وروى ابن ابي شيبة عن ابراهيم قال كانوا يوترون بالثلاث عشرة
 وبشبع وسبع وخمس كان يقول لا وتر يا قل من ثلث وروى ابن ابي شيبة ايضا ان ابا ثعلبة بن
 مسعود عن سعد بن ابی وقاص ايتار بركعة وقال ما هذه البتراء لا اعرف على عهد رسول الله
 صلى الله عليه وسلم اعلم ان الوتر عند الحنفية ثلث المغرب لا يسلم فيهن وقال مالك اذ انا ثلث
 يسلم فيهن ومعهم الشفع قبل الوتر وقال الشافعي واحد بخلاف الايتار بركعة واحدة ولكن ثلث
 افضل منه والثلث المفصلة افضل من الثلث الموصولة والموصولة بأشهادين فربما بينه وبين المغرب
 لحدیث الدارقطني لا تشبه الوتر بصلوة المغرب وثلاثة موصلة افضل من ركعة واحدة بل قال
 القاضي ابو الطيب الايتار بركعة مكروه وسئل احمد ما تقول في الوتر قال اكثر الحوادث واكثر الكثرة
 فاذا ذهب اليها تم مثل معنا فقال يسلم في الركعتين وان لم يسلم رجعت ان لا يضرب الا ارب
 التثنية ثبت قال الترمذي كما نقله الشيخ الاجل قدس سره عن احمد في الايتار بركعة واحدة
 روايتان في روايته يكره وفي اخرى لا فقد روي عن عشرة من الصحابة فيهم ابو بكر وعمر وعائشة
 ان الوتر ركعة واحدة وحدیث البتراء ضعيف ولو صح كان المراد ما لم يشفع قبلها انتهى فسطحا
 شرح بخاری میں من ذیل حدیث صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم ان یصلی ركعة واحدة فوتر له
 ما قد صلی بصفحة ۲۵ جلد ۲ کے کہا ہے فیہ ان اقل الوتر ركعة وانها تكون مفصلة بالتسليم مما
 قبلها وبع قال الامامة الثلاثة تترخلوا للحنفية حيث قالوا يوتر بثلاث المغرب لحدیث عائشة ثلثة

صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بہا کذا ذلک رواہ الحاکم وصحیحہ نعم قال الشافعیہ لو اوترت ثلث صلوٰۃ
 فاکثر تشهد فی الاخرین اوقی الاخرین جساؤ لولا اتباع رواہ مسلم لان تشهد فی غیب ہما فقط
 او معہما او مع احدهما لان خلاف المنقول بخلاف النقل المطلق لانہ لا حصص لکما قد تشهد اتر
 لکن الفصل ولو یواحدہ افضل من الوصل لانہ اکثر اخبارا وعمالہ تم الوصل بشہدا فضل منہ بشہد
 فہما بینہ و بین المغرب و ترک الدار قطنی یاسنا و رواہ ثقات حدیث لا تقروا بتلاوت ولا تتبہوا
 الوتر بصلاة المغرب و ثلثہ معہما افضل من رکعة لن یأذہ العبادۃ بل قال القاضی ابو الطیب ان
 الایثار برکعة مکر وہ الخ واستدل بما لکلت علی تعیین الشفع قبل ان یزک ان المقصود من الوتر ان یتکون
 الصلوی کلہما و تر الفی علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی رکعة تو تر لہ ما قد صلی ما جید یکن سبق الشفع
 شرط فی الکما لان فی الصحیح الحدیث ابی داؤد و النسائی و صحیح ابن حبان عن ابی ایوب مفعلا الترتیب
 حق فمن شاء اوتر بجنس من شاء ثلث ومن شاء یواحدہ انتہی اس تحقیق سر معلوم ہو کہ قیام اللیل
 اور و ترا یک رکعت پڑھنی کے حکم میں مخالف نہیں جو ان کے راہ سنی دیکھیں تو دونوں میں جو ان کے
 اور اگر اولویت و سنیت کی طرف نظر کریں تو دونوں میں ایک رکعت پر اقتضا نہیں یہ بات نہیں کہ
 وتر میں مقصود ایک رکعت پر بلا انضمام شفعات کے مسنون ہے اور قیام اللیل میں نہیں حکم
 ثالث میں اسکو وتر و قیام اللیل متخالف نہیں مگر جیسی قیام اللیل واجب نہیں ویسی ہی وتر ہے
 واجب نہیں اور یہی قول ہے جہان کے علماء کا سوائے امام ابو حنیفہ کی یہاں تک کہ امام احمد
 کے شاگرد بھی قائل عدم وجوب ہیں اور دلیل وجوب کوئی صحیح نہیں ملتی ہے بلکہ مقابلہ
 اسکے دلائل عدم وجوب قائم ہیں تراجم یہ قول ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اگر
 ان تطوع بجواب ادس قائم کے جسے عرض کیا تھا کہ مجھ کو کوئی نماز اور یہی ہے سوائے صلوٰۃ
 رواہ الشیخان قال الترمذی - فیدان صلوٰۃ الوتر لیست بواجبة الخ و تراجم یہ قول ان حضرت کا
 رہن کو جب و نکو میں بھیجا تھا فانہم اطاعوا الذلک فاعلمہم ان اللہ قد فرض علیہم خمس صلوٰۃ
 فی کل یوم ولیلۃ الحدیث رواہ مسلم صفحہ ۳۳ قال الترمذی و فیدان الوتر لیس بواجب لان بعث معا
 الی الہن کان قبل وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقلیل بعد الامام بالوتر و العمل بہ و تراجم یہ حدیث خمس
 صلوٰۃ کتبہا للہ تعالیٰ علی العباد الخ عمادہ من الصاۃ من اللہ ہے فقہ وجوب وتر ہدلال

دلائل عدم وجوب وتر

وتر دلیل وجوب سبھی میں اور حقیقت میں وہ دلیل نفی وجوب کے ہے وہ یہ حدیث ہے اور اسے
 امڈ کر بصلوٰۃ ہی خیر لکم من جملة النعمة قلنا وما ہی یا رسول اللہ صلعم قال الوتر شرع بلوغ المرام
 میں ہے اور روایت ہے امڈ کر ناکہ وہ در بعض امر حکم آمدہ و در سبیل گفتہ حدیث مفید عدم
 وجوب وتر است بقولہ امڈ کہ حدیث اور زیادہ چیزیں است کہ تقویت مزید علیہ کہندہ گفتہ بشیوہ
 مدالجیش و امڈ اذ ازاد والحق بہ مایقویہ و بکیفہ مثلاً و مثلاً و امڈ ہا کہ وہ کہ و انما خیر
 اصلح کند از اعدوت السیرج والارض چون اصلح کر دے از بار و عن و ساد و گذشت
 خلاف در وجوب وتر و عدم آن انتہی و لواعل وغیرہ برای تقویت فرائض و تمیم نقصان آنہا
 است چنانچہ در آحادیث سنن از تمیم داری وارد شدہ است انتہی او حجتہ اللہ الباقی لغیرہ من
 صفحہ ۲۱ بعد نقل کرنے اس حدیث کے کہا ہے اقول ہذا الشارۃ الی ان اللہ تعالیٰ یفرض
 علیہم لا یقل ارا یتا قی منہم ففرض علیہم احد عشر رکعۃ تم املہا بای ال رکعات فی الف
 ثم املہا بالوتر للحنین لعلہ صلعم ان المستعین للوحدان یحتاج الی مقدار زیاد فی فعل الزیادۃ
 بقدر اصل احد عشر رکعۃ و ہو قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ لا یس لک ولا یجہا بک انتہی و ہو
 حدیث اگرچہ ضعیف ہے بخاری نے اسکو ضعیف کہا ہے اور ابن حبان اسے اسناد کو منقطع اور
 اسکی سن کو باطل کیا ہے لیکن چونکہ موجدین وتر نے اسکو مقبول سمجھ کر باب وجوب میں شایز
 بنا کر کہا ہے اسلئے ہمیں اسکو نفی وجوب میں دستاویز کیا اور از آنکہ وہ حدیث ہے صحیح
 مضمون ہے کہ تین چیزیں ہیں جو بحیث فرض ہیں اور تمہارے لئے نفل وتر اور دو رکعتین
 ضحی کے اور قربانی۔ روا یت کیا اسکو طبرانی اور حاکم اور احمد نے یہ حدیث ہی اگرچہ
 ضعیف ہے لیکن چونکہ قد شمسک یہ ہمارا اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اسلئے ہمیں اسکو
 بطریق استدلال کیا۔ یہ بین دلائل نفی وجوب وتر اور جو بمقابلہ اسکے دلائل وجوب پیش
 کرتے ہیں ان میں جو صحیح ہیں وہ وجوب میں صحیح نہیں اور جو صحیح ہیں
 وہ صحیح نہیں تفصیل اس جال ہے انہیں کے علماسی نقل کرتے ہیں۔ مولوی سلیم اللہ
 شیخ عبدالحق کے محلی شرح موطا میں بذیل حدیث عیادۃ کے جواب دہر گذر چکے ہیں فوالی میں
 والحدیث ظاہر فی استئذان الوتر حیث اقتصر علی ذکر الحسنات الحسنات و فیہ الحاکم عن

هبة بن جهم بن أبي حمزة البخاري انه قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وسلموا بعد ذلك فليسوا بواجب محبة علي شوطها وسبقا لملك والشافعي واحمد ابو يوسف
 ومحمد والعلامة كفاة ان الوتر سنة وهو واجب عندنا بيمينه وكما كان قد اتمه فقله ابن
 العربي عن مبع المالكى ووافقه سحنون قال الحافظ وكانا اخذنا عن قول مالك من تركه اذى
 وكان جها في شهادته وروى عن ابى شيبة عن ابن المسيب جاهد والشافعي وابى عبيدة بن عبد الله
 بن مسعود ما يدل على وجوبه عندنا هم ولكن لم ايضا عن جاهد انه قال الوتر سنة وعن ابن المسيب
 انه قال سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر كما سن الفطر والاخفى له عن عطاء ومحمد بن علي قال
 الوتر سنة واحتج الجمهور بقوله نعم ما خطوا على الصلوة والصلوة الوسطى فليكن الوتر واجبا لم يتحقق
 الوسطى فيما في الصحيحين انه صلى الله عليه وسلم قال المعاذ حين بعثهم الى اليمن ادعهم الى
 شهادته ان لا اله الا الله فان هم اطاعوا ذلك فاعلمهم خمس صلوات في اليوم والليلة وكان
 بعث معاذا الى اليمن ستة عشر مقل حجة صلعم كما في مغازي البخاري ومحمد بن ابي عمار لما قال
 هل على غير من ابي غير الخمس قال لا اله الا الله الطلوع وللشامي واحمد بن عاصم بن ضمره قال انه
 قال على الوتر ليس بحتم كالصلوة المكتوبة ولكن سنة استشهد بها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال
 ان الله وتر ويحب الوتر فاوتروا يا اهل القرآن واخرج ابن جبان انه صلى الله عليه وسلم لم يهتم
 في رمضان فصل ثمان ركعات الوتر ثم انتظره من القابلة فلم يخرج اليهم فسالوه فقال حين
 ان يكتب لهم الوتر وروى احمد والطبراني والحاكم عن ابن عباس ثلاث هن على من يرضه
 وهن كلكم تطوع الوتر وركعتي الضحى والنحر واستدل لهما ما ابى حنيفة في هذا يترجمه
 ان الله لم يزل يكثر صلواته على الوتر فصلوها ما بين العشاء الى الطلوع الفجر قال وهذا امر
 ولا امر الوجوه نهى والحديث الذي ذكره اخبرنا احمد والطبراني عن ابى سعيد الخدري
 وفي رواية لا احمد زاد في ربي صلوة وهي الوتر وقتها من اعتناء الى طلوع الفجر وفي رواية
 ضعف قال ابن الهمام وقد اختلف في وجوبه استدلال فقيل من زادكم فان الزيادة لا
 يتحقق عند حصول المزمع عليه والمحض من الفرض لا التوافل ويشكل عليه ما للحاكم والبيهقي
 بسنده صحيح انه صلى الله عليه وسلم قال ان الله زادكم صلوة الى صلوة كبر هي حين لكم من جمل النعم

الا وهي ان كعتان قبل الصبح ومن ثم استدال في الهداية بطا كل الامر اعرض عن استدلال بقوله
 ثم ادكم ومما استدال به للوجوب ما رواه ابو داود وصححه الحاكم الى تريحق بن لمير بن زوفليس
 صنا ومربان في سندته ابو المنيب عليه الله العتلى وفيه ضعف لا ينبغي خطي وكان صدوقا وعلى
 تقدير قبوله يحتاج الى ان لفظ حتى بمعنى واجب عذاب عن ابن المهام بان ابا المنيب ثقة
 ابن معين والحاكم قال بن ابي حاتم سمعت ابي يقول صالح الحديث وانك على البخاري
 ادخاله في الضعفاء وتكلم فيه النسائي وابن جبان وقال ابن عسكلا ياس بن قالحديث
 حسن يشهد بان الحق بمعنى الواجب كما رواه النضر بن عمار الوتر واجب على كل مسلم انتهى
 والحق ان تلك الاحاديث على تقدير صحتها محمولة على كون الامر للندب والحق بمعنى التاكيد
 وكذا الوجوب او المراد بتاكيد الاستيجاب كما قال الخنفية والجمهور في قوله صلعم غسل يوم
 الجمعة واجب على كل محتلم جميعا بينهما وبين قصة معاذ والاعراب وغيرهما من الاحاديث
 المصحة يكون الترستة غير واجبة وجبا بهم عن قصة معاذ با نه فيكون يكون الوجوب بعد
 سفر معاذ بعيد كل البعد فقد كان ذلك في آخر حريق النبي صلى الله عليه وسلم قاله الحافظ
 ابن حجر وغيره نعم يصح وجبا بهم عن حديث ابن جبان حديث ان يكتب لكم الوتر بان المراد
 بالوتر مجموع صلوة الليل انتهى كلام صاحب المحلى - اس عبارت سى ثابت هو ان مستسكات قايدين
 بوجوب وترجوعهم بين وصرح بين وصرح بين وصرح بين وصرح بين وصرح بين وصرح بين وصرح بين
 علما اس سلكه بين بمقابل امام ابو حنيفة عدم وجوب تركه قائل بين اور نزومى نه بين
 شرح مسلم صفحه نمبر ۳۰۰ بين كهائى وهذا ايريد عدم الوجوب من مذهبا للجاهل انتهى
 اور شاه ولي الدين حجة البالغة صفحه نمبر ۲۱۰ بين فراتى بين والحق ان الوتر هو اوكد السنن
 بينه على وابن عمر وعبادة بن الصامت رضي الله عنهم قوله صلعم ان الله امداكم بصلوة هي
 حين لكم مرجع النعم اقول هذا اشارة الى ان الله تعالى لم يفرض عليهم الى آخر ما نقلنا
 عن قريب ووجوب وترتة قضاء كما امر اياهم اس سے وجوب اسکا نہیں نقلنا اس طرح پر
 تو قضاء سنن روایت ہی ثابت ہے اور خالص قیام اللیل کے قضا کا یہ امر آیت - بخار
 وغیرہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت نے بعد عصر کے دو رکعتیں اخیر ظہر کے پڑھیں

حدیث کو ذکر جس میں آنحضرت کے تمام قیام میں نور کعتین پڑھنے کا ذکر ہے پھر کہا ہے
باب کیف الوتر باحدى عشر رکعة اور اس میں وہ حدیث ذکر کی جس میں یہ ذکر ہے
کہ اپنے کل گیارہ رکعتیں پڑھیں پھر کہا ہے باب الوتر بثلاث عشر رکعة اور اس میں یہ حدیث
ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر بثلاث عشر رکعة تو دیکھو کہ ان مواضع اطلاق و ترک اطلاق
اللیل پڑھنے نہ خاص و نہ نماز پر جو حقیقت و تر ہوئے ہیں خلیفہ ولی اللہ صاحب حجۃ الودع
نین فرماتے ہیں والا اصل ان صلوة اللیل ہوا الوتر و معنی فعل صلح ان اللہ ما کم
بصلوة ہوا الوتر و صلوا ما بین العشاء الی الفجر انما شرعھا النبی صلعم و تراک الخ و تراک
وہو قولہ صلعم ان اللہ و تر یحیل الوتر فلو تر و یا اهل القرآن لکن لما راى النبی صلعم ان الیام
لصلوة اللیل جہلا لا یطیعہ الا حق و لم یشرعہ تشریعا عاما و خص فی تقدیم الوتر اهل اللیل
و سبب فی آخرہ انتہی الغرض اطلاق و ترک جیسی وتر ایک یا تین یا بیس رکعت اخیرہ پر علی صلوۃ اللیل
سے بعض روایات میں آیا ہے ایسی ہی کل صلوۃ اللیل پر یہ لکھا ہے پس اس طلاق میں
یہاں پسین متخالف نہیں ہیں غایتہ ما فی الباب یہ کہ اطلاق اسکا وتر حقیقی یا اولاد بالذات ہو
اور کل نماز شب پر یا نیا و بالغ لکن اس سے انکا مخالف کسی حکم شرعی میں جیسے لزوم و ناکہ مثلا
لازم نہیں آتا۔ آیت ادر ما نس معنی ذکر کرنا محدثین کا وتر و قیام اللیل کو علیحدہ علیحدہ ابواب
میں سو یہ ہے مثبت مخالف حکم و تر و قیام اللیل نظر شارع میں نہیں ہو سکتا و جو کچھ
کہ لغو ذکر ابواب و تر و قیام اللیل کا سببی لحاظ صفات قیام اللیل پر ہے اصل میں مقصود
شارع تشریع قیام اللیل ہے لیکن اوس میں کے لمحوۃ نظر شارع میں ایک یہ کہ وہ وصف
تجدید کے ساتھ ہو یعنی بعد از دم و ایکجا و دم یہ کہ وہ وتر ہو یعنی طاق پڑھی جاوے
ستوم یہ کہ رمضان میں بنسبت اور مہینوں کے اور سکا بہت اہتمام کیا جاوے سو لحاظ
ان صفات متعددہ کے اور انہما را اس امر کے کہ لوگ اس صلوۃ اللیل میں ان صفات کا
اہتمام پھر و ترین محدثین انکو ابواب متعددہ میں بغیر صفات مذکورہ ذکر کرتے ہیں کہ
قیام اللیل نام رکعتیں کبھی تجدید کبھی وتر کبھی قیام رمضان اور ہر ایک باب میں وہی حدیث
ذکر کرتے ہیں جو صلوۃ اللیل میں ان حضرت صلعم سے مروی ہیں نہ یہ کہ ہر ایک باب میں

علیہ السلام و علیہ السلام اور نماز میں حیا جدا اونکے واسطی تجویز کرین چنانچہ ناظرین کتب صحاح ستہ پر یہ امر پوشیدہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ کل عدد رکعات نماز آن حضرت صلعم میں سے آٹھ کو تراویح کہتا اور تین کو ترک کسی دلیل شرعی ثابت نہیں بلکہ سب ہی تراویح ہیں اور سب ہی وتر چکا اور اگر نا فہمیت لکھنا ایشہ و تالیہ آدھے ہیں کثرت میں تصور نہیں ہے۔
واللہ اعلم بالصواب

صفحہ ۵۵

بعض سائل میں ہمارا اس تحقیق کے بظاہر خلاف پایا جاتا ہے کہ قول و فعل صحابہ کا عموماً مندوب ہے اور خلفاء راشدین کا خصوصاً واجب مثل اتبع سنت نبوی اور اسیر کئے احادیث و آثار ہی استدلال کیا سب سے اول بار اہل المسلمون حسنًا فہو عند اللہ حسن دوم حدیث علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين سوم حدیث اقتدوا بالذین من بعدی کی کہ چہارم اصحابی کا لفظ با یکہ اقتد بکم اہتدیتم پنجم قول مجاہد تفسیر اولی الامرین کہ مراد اس سے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور اس قول کو بعض روایات جہن میں خامکہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر و عمر رضہ وغیرہما کے ذکر کے جہت سے چار وکیلون کو قائم مقام شہر یا ہے پھر ششم دلیل یہ بیان کے ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ بنام امیر معاویہ رقم لکھا تو اس میں سیرت خلفاء راشدین کو جہن میں پر عمل کرنے کی شرط لکھی ہے۔ پھر دہم دلیل یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے من کان مستنًا فلیستن بمن قد مات اولئک اصحاب کلمۃ اللہ الحدیث۔ یہ تین دلائل اوکے سوا نہیں ہمارے یہ کلام ہے کہ اگر مراد اونکی اتباع سے و اتباع اوس امر میں ہے جس میں یہ لوگ صاحب سنت کے متبع ہوں اور اوس وہ مقل ہوں تو اس میں ہر کو کچھ منزلہ نہیں ایسے اتباع کے واسطی اور یہی بہت دلائل کتاب اللہ و سنت صحیحہ میں موجود ہیں اور اگر مراد اتباع اوس امر میں جو شخص اپنی رائے کو کہیں و راہ خود ایجاد کرین تو یہ محل نزاع ہے اور غوث ایسے

اتباع کا ان آثار و دلائل سے عتقا صفت ہے اسلئے کہ اول دلیل تو لائق احتجاج ہے
 نہیں کیونکہ رفع اسکا صحیح نہیں اور موقوف حجت نہیں خصوصاً ایسے
 مسائل میں جو اصولین سے ہیں قطع نظر اس سے ولات اسکے حجت اور حسن اوس
 فعل پر ہے جب سارے مسلمین مراد اس حدیث کا اتفاق ہو چنانچہ جمعیت المسلمون اسکے
 مقصد کی وفد میں آئے فی السائل لیس اس سے حجت فعل اکید و افراد مسلمین مراد حدیث کا
 کہان لازم آتا ہے۔ **دلیل ثانی** اثبات دعا سے قاصر ہے چنانچہ تفصیل اسکی مضمر سالہ
 گذرے اور بعض بیان اسکا جواب میں دلیل ثالث کے آدیا۔ **دلیل ثالث** میں بقدر
 ارشاد ہے سوا اقتدار اس طرح ہے ہو سکتا ہے کہ فضائل نبویہ میں انکا اقتدار کین اور حجت
 انہا الطاعة فی المعروف ہی اسکی مخصوص ہے پس جو کوئے مدعی عموم طاعت کا ہو وہ دلیل
 عموم قائم کرے اور ہمارے اوس بیان کا جواب تحریر میں لاوے جو ہمیں رسالہ میں لکھا ہے کہ
 منصب تشریع خلفاء کو نہیں اور اسکی توفید ہے عبارت سبل السلام جو مسکات ختام شرح
 بلوغ المرام میں منقول ہے اما حدیث علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الی شدید بعد تفصیل
 یہاں وعضوا علیہا یا النواخذہ احمد و ابن داؤد و ابن ماجہ و الترمذی و صحیح الحاکم
 و کتب بشرط شیخین ست و مثل اوست حدیث اقتدا و الالدین من بعد ابو بکر و عثمان الخیر
 وقال حسن احمد و ابن ماجہ و ابن حبان و وارطریقہ است کہ درو مقال ست
 مگر آنکہ بعض کے معنوی بعض ست پس نیست مراد بسنت خلفائے راشدین مگر طریقہ ایشان کہ
 موافق طریقہ ان حضرت صلعم باشند از بہاد اعداد و تقویت شعائر دین و مانند آن برا کہ
 حدیث عام ست مرہ خلیفہ راشد را تا فیست بشیخین و معلوم ست از قواعد شریعت کہ بیج
 خلیفہ راشد با کسی رسد کہ طریقہ خیر طریقہ کہ بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودند مشروع کند
 و ابن عمر بن نفیس و خلیفہ راشد ست مع ہذا مجمع نہ کہور را بر بنعین در شب دعوت نام کرد و گفت کہ
 این سنت ست قابل با آنکہ صحابہ رضی اللہ عنہم خلاف کردہ اند شیخین را و ہذا موضح مسائل
 دلالت کرتے ہیں کہ اصل نکرند ایشان حدیث را حجت بودن قول و فعل او و ہر اکو در شرح الفیہ
 کہ در اصول فقہ است تحقیق کلام در ہذا مقام کردہ یعنی ہر یک قول شیخین حجت نیست با آنکہ

گفتہ است کہ حدیث اول دلالت میکند براینکہ چون اتفاق کنند خلفاء اربعہ بر قولی آن
 قول حجت باشد و وقتیکہ یکے انان منفرد بود و تحقیق اینست کہ اقتدا تقلید نیست بلکہ
 غیروست لکہ احققنا فی شرح نظم الکافل فی بحث اجماع ائمہی اوسلم الثبوت من
 مباحث اجماع میں مسئلہ منعقد کیا ہے کہ نہیں اجماع ساہل اتفاق شیخین کے بیہر فحالیہین کے
 طرف سہو بہ دلیل دروکی ہے اقتدا و ابوالذین من یعد او علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء
 الن اشدین پھر اسکا جواب یا ہے کہ اس حدیث میں مقتدین کو خطاب ہے اسلئے کہ مجتہدین
 او کفر مخالف رہے چنانچہ مختصر عبارت اوسکی نقل کیا تے ہے مسئلہ ولا یعتقد یا اهل البیت
 و خدامہ خلاہ قال الشیعہ کما دعائهم العقدة و یا الشیخین عند الکلاش و یا الخلفاء کما روتہ
 خلاہ قال احمد و بعض الخفیفة قالوا لاقتدا و ابوالذین من یعد ابی بکر و عمر و علیکم بسنتی
 الحدیث قلنا خطاب للمقیدین و بیان لاهلیۃ الاتباع لان المجتہدین کانوا ایما تقویم
 و المقلدون قد یقلدون غیرہم ائمہی اوسلم کی رسالہ مذکورہ میں بھی جوہر
 ہے اور اسکے خاتمہ پر اسکے شرح سے یہہ زیادتی ہی منقول ہے و لکن لکن الشیخان
 ولا الخلفاء کما روتہ و احد من الصحابة علی ذلک ہی جواب ہے یا قی سبیل تلمذہ
 رسالہ مذکورہ سوا حدیث صحابی کا بخیر و آخر کے اب رہا جواب اسکا سو یہہ ہے کہ یہ حدیث منصوص
 اور ایک کذاب حدیث کے زائل ہے چنانچہ ابن خرم و امام ابو بکر نے اسکو رد کیا ہے کہا
 تقریر الاصول میں بناء علی قول ابن خرم کذب موضوع باطل و الا فلا طرق من ردایہ عمرو
 انبہ و جابر و انس بالفاظ مختلفہ نعیم لم یصح نہایت و من ثم قال احمد بن حنبل لا یصحہ قال البزار
 شہد ائمہی اوسلم جو زری نے علل متناہیہ میں کہا ہے ردی نعیم بن حاد قال حدیثنا
 عبد الرحمن بن زید العری عن ابنہ عن سعید بن المسیب عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سالت ربی فیکون فی صحابی من بعدنا و حتی انزل الی یا محمد ان احدثناک
 عند من لہ الخیر فی السماء بعضہا اصوا من بعض من احدث الشیء ما حکم علیہ من خلافہم
 یقول علی حدیث قال الملقف ذہب لا یصح نعیم صحیح قال نجی بن معین عبد الرحمن کہ ابی
 انسا ہی تیسیر لوصول شیخ شہاج الاصول اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں قول ابن خرم و

اسکی موضوع اور داہے ہونین نقل کیا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ رسالہ مذکورہ میں اس قسم کی
جرحین موجود ہیں مثلاً نمبر ۷ میں کہا ہے قال ابو حیان فی تفسیر علی ما نقلہ بعضہم قول الحسن
قد رضی سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد رُسِلَ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو حدیث موضوع
لا یصح یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الحافظ ابو محمد علی بن احمد بن حزم فی رسالۃ فی بطلان
الرای والقیاس والاستحسان انھہ ہذا خبر کذاب باطل لا یصح قط وذلک اسناداً الی الزار صاحب
قال سألتم عماراً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما فی یدی العامة انہ قال انما مثل اصحابی کمثل
الخنوم یا ایھا الناس قد اہتدوا و اھتدوا و اھتدوا و اھتدوا و اھتدوا و اھتدوا و اھتدوا و اھتدوا و اھتدوا و اھتدوا
العمی عن ابی یحییٰ سعید بن المسیب عن ابن جریر فوجاً و انما فی ضعف ہذا الحدیث من قبل عبد
الرحمن بن ابی اسحاق عن الزار ایستجدینہ و الکلام ایضاً منکس لم یثبت و النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یصح الاختلاف
لحدیثہ من صحابہ ہذا انھہ قال ابن سفیان عبد الرحیم بن زید کذاب خبیث و لیس شیء قال
الشیخ ادعی من متروک و رواہ ایضاً حمزہ ہذا اسقط متروک و انتھی صلی اللہ علیہ وسلم ابی حیان و اگر صاحب رسالہ
کے نزدیک قول بن حزم و ابن جریر کا اسکے موضوع ہونین غیر مسلم ہے تو اسکے ضعیف ہونیکا توہم
قرار ہے چنانچہ ختم کلام یہ کہ اس موضوع پر قلیل الحاصل ان ہذا الحدیث قد خیر جمیع الفاظ متعارفہ جمع
من اصحاب کتب الحدیث بطرق کلھا ضعیفہ و قد اختلف فی کونہ موضوع انتھی پس تعجب ہے کہ اسکو
ضعیف انکر کو نکر لائق احتجاج سمجھا۔ اگر اس سے دہوکا کہا یا ہے کہ حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے تو جواب
اسکا یہ ہے کہ حاکم کو تصحیح میں بہت قلیل ہے اور اسکا فتویٰ اس بات میں نامقبول چنانچہ امام
ابن الصلاح نے علوم الحدیث میں کہا ہے و اھتدوا لھا کما اھتدوا لھا عبد اللہ الحافظ فی الزیادۃ علی عبد الصمد
علی ما فی الصحیحین و جمع ذلک فی کتاب سماہ المستدرک و رد ما لیس فی واحد من الصحیحین یمّا
رواہ علی شرط النسخین قد اخرجہ عن رواۃ فی کتابہما او علی شرط البخاری و حدیث علی شرط مسلم و قد
وھا ادعی لہما اجتہاداً الی الصحیحہ وان لم یکن علی شرط واحد منہما و ھو واسع المخطوطی شرط الصحیح متساہل
فی القضاء بہ و لا ولی ان توسط فی امرہ فقولہ ما حکم بھتدوا و لم یجد ذلک فیہ یغنی عن کلافتہ
ان کہ لکن من قبل الصحیح فہم من قبل الحسن یجوز بہ دلیل بہ لانہم فیہ علوہ توجیل لضعف و تقاریر
فی حکم صحیح ابی حاتم ابن حیان العسقی انتھی اور شاہ عبدالعزیز نے بتان الحدیث میں کہا ہے

ابن جریر

ذہبی گفتہ خلال نیست کسی کہ تصحیح حاکم غرضہ شود تا وقتیکہ تعقیبات و لمخصات مرانہ بنید و غیر گفتہ
 است احادیث بسیارست در مستدرک کہ بر بشرط صحت نیست بلکہ بعضی احادیث موصوفہ نیز
 هست کہ ہم مستدرک بآنها مایعوب گشتہ است۔ اور ذہبی سے جرح اس حدیث کا خود رسالہ
 مذکورہ کی صفحہ ۶ میں موجود ہے قال الذہبی فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ جعفر بن عبد الواحد
 الهاشمی بعد ما نقل عن الدارقطنی ان کان یضع الحدیث و عن ابی نعیم عتارہ دروی احادیثک لا
 اصل لها و عن ابن عبد البر الحدیث و یا فی ما لکنا الیہ عن الثقات من بلا یاہ عن وہب بن جریہ
 عن ابیہ عن الامام عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما عن ابیہ عن اصحابی کالجیم من
 اقتدی بنی منہا اھدی انتھی و قال فی ترجمۃ زید العمی نعیم بن حماد حدثنا عبد الرحمن بن
 العمی عن ابیہ عن سعید بن السیب عن عمرہ بن قیس عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ
 السانی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلہ الجیم بعضهم اضع من بعض فمن اخذ بشی
 مما کم علیہ من اختلافہم فموقعتہ علی ہذا باطل انتھی ختم ہوئی نقل رسالہ مذکورہ کی۔ پس
 تصحیح حاکم کے اسباب میں کیونکہ لائق الثقات ہے۔ اور اگر صاحب صواعق کے اس کلام کو شبہ
 ہوا ہے کہ رواہ البیہقی یا سابقہ متنوعہ برقی ہوا الی درجۃ الحسن فالحدیث حسن تو اسکا جواب یہ
 ہے کہ اس صورت میں بر تقدیر تسلیم کلام صاحب صواعق کے بر خلاف جمہور علمائے محققین کے یہ حدیث
 حسن وغیرہ ہوگا اور حسن وغیرہ احکام میں حجت نہیں ہوتے چنانچہ موبد اسکا شرح بخیر سے ہمارے
 رسالہ نہرا میں گذر چکا ہے فلیراجع۔ پس اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث اولاً تو مرفوع ہے
 اور ضعیف ہو نہیں سکتی کہ وہی شک نہیں اور جو دلائل جمیعہ رسالہ مذکورہ میں ہیں وہ اثبات
 مدعی مستدل سے قاصر ہیں یہ بات کسی دلیل سے نہیں نکلتی کہ جو قول یا فعل کے صحابہ کا
 خلفائے یا عوام صحابہ سے اونکی رائے سے صادر ہوا اور صاحب شریع سے اخذ و منقول نہ ہو تو
 وہ حجت شرعی ہے اور کیونکہ ہو سکتا ہے جس حالت میں کہ تالیف کلام خاص منصب ہے یا اور شخص کا
 جسکو خدا تعالیٰ نے تشریع و تبلیغ میں معصوم کیا ہر بغیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس جو نیز
 کہ تابعی غیر نبی صلعم کے شریک کرنا اور اسکا ہونے منصب میں یا اعتقاد کرنا عصمت اور سکے حق میں
 جو شعائر اہل سنت سے بعید ہے ۔

شیعہ نے کیا تصور کیا ہے کہ وہ بسبب اعتقاد عصمت اہلبیت شیعہ ٹھہرائے گئے یہ کہنا کہ جو کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے وہ سب نازل مناسبت ہو یا خود حضرت رسالت سے کہی یہ لوگ از خود نہیں کہتے اور نہ اپنے قول و فعل میں خطا کرتے ہیں اور عار اعتقاد عصمت کا ان حضرت میں نہیں تو کیا ہے *

حاشیہ نمبر ۳

اس اور چارم کے متعلق بعض فاضل کے یہ کلام نظر سے گزرے کہ مواظبت دو قسم ہے اول فعلی دوم تشریحی جیسے اذان کہ سنت کی واسطی کا فی دلیل سمجھے گئے بے اہل کو کہ اس میں مواظبت فعلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائی نہیں گئی ہے سو ہر چند میں رکعت تراویح پر مواظبت فعلی خلفائے پائی نہیں گئی لاکن تشریحی تو متحقق ہے تمام ہر کلام بعض فاضل کا رپیش قطع نظر اس سے کہ سب خلفاء سے اس پر مواظبت تشریحی پائی نہیں گئے اور نہ انکا منصب تشریحی از خود ہے بلکہ اس میں یہ کلام کہ مطلق تشریع ایک امر کے مستلزم تاکد و سنت اس امر کی نہیں ہوتی کیا تشریح امر جائز استجاب کے نہیں ہوتی پس کیوں جائز نہیں کہ مواظبت انکے تشریح بنی رکعت پر مفید اباحت یا استحباب ہو نہ مفید سنت چنانچہ شامل ہونا اور نکالنا بذات خود اس فعل میں ایسا شعریہ کہ یہ امر انکے نزدیک ایسا اہم بات نہ تھا جسکے ترک پر کچھ عذاب یا عتاب ہو جیسا کہ آپکا دعویٰ ہے پس مواظبت دو قسم اپنی ذہن سے بدو ان اتباع اپنی اسلاف کی لگانا اور دو قسم کو سنت نام لکھنا اگر مجھ کو اصطلاح ہے اور اطلاق الفاظ مقصود ہے تو کوئی مانع نہیں بلکہ مبارک ہے اور اگر معافی سے بحث اور رد و تاکد و سنت اور تشریع کا مواظبت خلفاء سے دعویٰ ہے تو یہ مطلق تشریح سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اسکے ساتھ در دلائل کا انضمام نہ ہو۔ اور قیاس اس کا سنت اذان پر قیاس مع الفارق ہے اذان میں مباشرت مفسر و مصلی پر لازم مقصود و سنون نہیں اس پر اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام مباشرت ذات امر

سے نہیں کیا اور نہ خلفاء اور تمام صحابہ کو اس پر مامور کیا بلکہ ادا سے اس سنت کا تمام قوم میں
ایک دو شخص سے تجویز فرمایا اور اس میں اس قدر کو مسنون ٹھہرایا کہ قوم بہرین کو بھی دین
ہو چنانچہ آپ کے چند اصحاب ہی مؤذن تھے اور دوسرے ائمہ کو بھی یہی ارشاد کیا چنانچہ عثمان
بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو حکم کیا اتخذوا من اذنکم رواہ ابو داؤد وصحیفہ ۸۲ اور ام ورقہ کو مؤذن
مقرر کرنے کا اذن دیا رواہ ابو داؤد ایضاً صفحہ ۸۶۔ لہذا اس قسم مسنون کی سنیت
کے لئے ایسی تشریح کاغے دیکھیں جو یہی بخلاف بیس رکعت تراویح کے جس میں بزم نہاد
ہر فرد صائم و قایم پر مباشرت اس فعل کے مسنون ہوا اور اگر اسکا اوپر لازم اسکے ثبوت
سنیت و لزوم کے لئے اس قسم کی تشریح جسکی دلالت خصوص سنیت پر قطعی نہیں کب کافی
ہو سکتی ہے یہ تب تصور تھا جبکہ مشرعیین اس فعل کے بذات خود اس فعل میں ہر اہتمام
و سبب سے شامل ہو تو اور تارک پر زجر و ملامت کرتے علاوہ برآن فارق یہ ہے کہ تاکید
و لزوم اذان امر صریح شارع سے جو عند الاطلاق مفید و جوب ہوتا ہے ثابت ہو نہ مجوز و تشریح
و تجویز سے اس واسطے اسکو سنت موقوفہ بلکہ بعضی علماء واجب کہتے ہیں بخلاف بیس رکعت کے کہ
اس میں سوائے تشریح و تجویز خلفاء کے علی تقدیر التسلیم کچھ بھی مستحق نہیں اور امر ایضا
مفید و جوب تصور نہیں ہے۔ پس لزوم و تاکید اسکا تشریح خلفاء سے مثل لزوم و تاکید
اذان کے تشریح و امر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر مسلم ہو سکتا ہے۔ آج کل
مواہبت تشریحی خلفاء کے اگرچہ محجب اصطلاح مصطلح مثبت طلاق لفظ سنت نہیں مگر
تراویح پر ہو سکتی ہے و لاکن لزوم و تاکید سنیت و لزوم و تاکید
بصورت فعل و عقاب بحالت ترک اس سے ثابت نہیں
ہو سکتا ہے و لیس نزاعاً فی الافعال ۛ

واللہ اعلم بالصواب

توطیف مولوی محمد علی صاحب پوری تلمیذ مولوی غلام رسول مرحوم امین مومنین کو جو ہر سال خطبہ دین لکھا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى والسلام على عباده الذين الصطفى بعد اس کے عرض کرنا ہے فقیر محمد علی شاگرد
حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب جو مہم ساکن قلعہ شہانگہ

تراویح کے تمام تہاؤں حضرت کے چہاں پہلے اول سو آخر تک دیکھا اور اسکو حق اور واقع کے
علاقہ یا بالہذا بنظر اظہار حق گذارش کرتا ہے واضح ہو کہ یہ فقیر دس برس مولانا مرحوم کے
خدمت میں رہا اور جو کچھ پڑھا انہیں سے پڑھا جیسا کہ افعال و اقوال مولانا مرحوم سے فقیر

واقف ہے شاید کوئی ہوا اور اس حقیر پر مولانا حد سے زیادہ شفیع تھے اور جہاں کہیں شفیق
لیجاتے اس حقیر کو ضرور ہمراہ لیجاتے یہ عاجز یقین رکھتا ہے کہ سالہ تراویح ہرگز تصنیف لانا

مرحوم کا نہیں کیونکہ مولانا مرحوم آٹھ رکعت پڑھنے والوں کو سبب اتباع نبوی کے بہت دوست
رکھتے تھے خصوصاً شہداء جو ہی مقدس دین موضع حمید پور میں جبکہ اس حقیر نے آٹھ رکعت

پڑھنی شروع کی تو بہت لوگوں نے مولانا مرحوم سے اسکا تذکرہ کیا تو ہر ایک کو مولانا مرحوم نے
یہی جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی تو آٹھ رکعت ہے ثابت ہو گا اکثر فقہاء اور

محدثین میں رکعت کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سی مروج بتلاتے ہیں سو میرے نزدیک
تو آٹھ ہی رکعت ہے باقی مستحب ہے اور ان دنوں میں ایک ممتاز نامہ پناہی میرے نام

لکھا عبارت اسکی یہ ہے۔ برخوردار محمد علی را واضح با و مطالعہ احیاء العلوم و کیمیای سعادت
ضرور دارند و شنیدہ میشود کہ بہشت رکعت تراویح شروع نمودہ اند خوب کردہ اند لیکن

می باید کہ لحاظ سنت دارند و قرأت طویل باید خوانند کہ ہمیں طور ثابت است اگر بسیار شور و
مساد برپا شود پس در خواندن بہت رکعت گناہ نیست۔ السلام علیکم۔ راقم فقیر

غلام رسول۔ بعد اس کے جب یہ حقیر مولانا مرحوم کے خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ اللہ کا
شکر ہے کہ ہم میں سے بھی یہ شخص سنت کو جاری کرنا والا ہوا ہے۔ اور رکعت پیل

بہتان ہوئے یہ اس رسالہ کے یہ ہے کہ انہوں نے ان الفاظ شنیع سے جو اس سالہ
 میں مندرج ہیں کبھی کسیکو خطاب نہیں کیا پس کب متصور ہے کہ بخطاب ہو کہ محمد حسین
 صاحب یہ الفاظ کہو ہوں اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ مولانا مرحوم مولوی محمد حسین صاحب
 کو بہت دوست رکھتے تھے اور ہر ایک کو فرماتے کہ جیسا میں نے مولوی محمد حسین صاحب
 علم حدیث میں اور دوسرے علموں میں ماہر دیکھا ایسا کوئی کم ہو گا اور جب کبھی لاہور
 میں رونق افزا ہوتے اور جمعہ کے دن ہو کہ محمد حسین صاحب انکو وعظ فرمائے کیونکہ
 ارشاد فرماتے تو اسکے جواب میں کہتے کہ ہکو تمہارے سامنے وعظ کر نیسے لحاظ آتا ہے
 اور میں دیکھتا تھا کہ بہت حدیثوں کے مسائل مولوی محمد حسین صاحب ہی تحقیق کرتے
 اور بہت لوگوں کو فرماتے اور تاکید کرتے کہ لائق فتویٰ پوچھنے کے جیسے کہ ہو کہ
 محمد حسین صاحب میں ایسا اسلمک میں کوئی نہیں اور ایک دلیل اسکے بہتان ہونے
 یہ ہے کہ یہ رسالہ مولانا مرحوم کے حیات میں ظاہر نہوا اگر انکی تصنیف ہوتی تو انکی
 زندگی میں پوچھنے پر بہت خصوصاً مجھ جیسے کثیر صحبت شدید الملازمت پر غرض کہ یہ
 رسالہ تصنیف علاء الدین یا ضیاء الدین وغیرہ کا ہو جو عمل بالحدیث سے نفرت رکھتی
 ہیں اور عالمین سنت کو برا کہتے ہیں شایقین سنت اسکی طرف التفات کریں اور
 رسالہ مصابیح الاسرار التراجم جو اسکے جواب میں ہے دستور العمل بنا دیں *

فقیر محمد علی حمید پوری عفی عنہ از ضلع سیالکوٹ

رسالہ

تذیل و تنبیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس رسالہ میں جوابات اور عزرائٹ مخالفین کے توہین چکے مگر جواب ایک عذر کا جو بجا رخصت ہوا ایک سنت کے وہ پیش کرتے ہیں باقی رہا سو بطور مختصر تحریر میں آتا ہے عذر اویکا یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ حدیث سنت ہونا گیارہ ہی رکعت کا ثابت ہوتا ہے لیکن چونکہ ہمارے مذہب کے یہ خلاف اور اس پر عمل کرنے سے خروج مذہب ہی لازم آتا ہے اس لئے ہم عمل و قبول کرنے سے اس حدیث سے منع ہوئے ہیں جو آپ اسکے دو ہیں۔ اول یہ کہ التزام مذہب معین شرعاً کچھ چیز نہیں اور وجوب اسکا کسی میں سے ثابت نہیں اور نہ کسی امام یا عالم محقق کے قول سے بل ایسی چیز غیر لازم کے ترک ہونا ہی ہو گیا ہر جہاں اور کیا اندیشہ ہے جو آپ دوم۔ اگر فرض ہی کر لیں کہ مذہب کی تعین ضروریات سے ہے تو حدیث صحیح پر عمل کر نیے اسکا ترک ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ تمام ائمہ و محدثی ہیں جو حدیث صحیح ہے وہ ہمارے مذہب ہی کی جیسے کہ امام شافعی نے میزان کبریٰ میں نقل کیا ہے پس عمل کرنا حدیث صحیح میں اتباع و التزام مذہب ہونا نہ ترک و خروج از مذہب۔ اسی نظر سے شامی نے رد المحتار کو صفحہ ۴۴ میں کہا ہے اذا صح الحدیث علی خلاف المذہب عمل بالحدیث و یكون ذلك مذهباً لا یخرج مقلداً عن کونہ حقیقاً انتہی یعنی جب (اپنی) مذہب کے خلاف صحیح حدیث ملے تو اس حدیث ہی پر عمل کیا جاوے اور یہ اسکا مذہب بن جائیگا اور کوئی (عمل بالحدیث سے) اپنی حنفی پن سے باہر نہ آئیگا اور تفصیل اس مضمون کی بہت سی رسائل میں مثل عقداً للجدید و انصاف و قول سدید و ذہبات القلب و معیار الحق و مسج الباری وغیرہ کے موجود ناظرین ان کتابوں میں دیکھیں گے رہا اثبات جواب اول کہ التزام مذہب معین کسے دلیل سے ثابت نہیں اور نہ کسی امام یا عالم کی رائے سے بل اس مقام میں کہ یہ تفصیل کے عمل میں آتی ہے قیامی عالمگیری میں

منقول ہے وفی نوادر داود بن رشید من تحمل روح فی رجل لیس بنقیہ ابتلی نازلة فی المرأة فساد
عنها فقیہا فافقاه یا مہر خیم او تحلیل فغرم علیہ وامضاه ثم افقاه ذلک الفقیہ وغیرہ من الفقہاء
فی امراتہ اخری لدی عین ثلاث النازلة بخلاف ذلک فانخذ بہ وغرم علیہ وسعد الامران مسیاً
ولو کان ہذا الرجل سأل بعض الفقہاء عن نازلة فافقاه بجاہل او حرام فلم یغرم علی ذلک فی
زوجة وترك فتوی الاول وسعد ذلک ولو کان منی قول الاول فی زوجہ وغرم علیہ فیہا
بینہ و بین امرأتہ ثم افقاه فقیہاً آخر بخلاف ذلک لا یسعدان یداع ما غرم علیہ وباخذ بفتوی
الآخر قال محمد وهذا کلام قول البخیفۃ والی یوسف راجع و قولنا انتہی ترجمہ داود بن رشید کی کتاب
نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ روایت ہے کہ جو شخص کہ فی علم کو کسی مسئلہ میں (اپنی) بیوی (کے باب)
میں مبتلا ہو پیراوس (مسئلہ) کو کسی عالم سے پوچھے اور وہ اوس (اوسکی بیوی کی) اوپر
حلال یا حرام ہو نیکا فتوی دی اور یہ اوس (کے فتوی) پر (عمل کر نیکی) نیت کر کے اور چڑی
کردے۔ پھر (اُسے) وہی عالم علمائین سے کوئی اور اوسکے اور بیوی کے عین او سے
(قسم کے) مسئلہ میں اوس کے خلاف فتوی دے اور یہ اوس فتوی کو
لیے اور اوسکو جاکر کر نیکا ارادہ کرے تو اوسو دونو فتوؤں کے قبول کر نیکی گنجائش ہے
اور اگر یہ صورت ہو کہ یہ شخص کسی روایت کی بابت بعض علمائی پوچھ چکا تھا اور وہ اوسو حلال یا
حرام ہو نیکا فتوی چھو چکا تھا۔ اور اوسو ابھی بچو یہ جاری نہ کیا تھا تو اس صورت میں ہی (اوسے
فراخی اور گنجائش ہے۔ اور اگر پہلی عالم کا فتوی اپنی بیوی پر جاکر چھو چکا تھا اور اوسکے بموجب ہو
کوئی طرح اپنی پر حرام کر لیا تھا پیراوس کسی اور عالم نے اسکے خلاف فتوی دیا تو اس صورت میں او
اپنے جاری کو بیوی فتوی کو چھوڑنے اور دوسرے عالم کا فتوی قبول کرنے کی گنجائش نہیں امام محمد
کہتا ہے کہ یہ سب بوجہ غلطی اور الجھٹلاؤں کا قول اور سہارا (ہی) قول ہے امام طحاوی سے جو اکابر
حنفیون اور تیسرے صدی کے بڑے آدمیوں میں سے جو فرماتا ہے اوکل ما قال بہ ابو حنیفۃ اقول بہ حل
بقدر الاعصی وغنی نقلہ ابن حجر فی لسان المیزان ثم قال فطارت هذه الكلمة بمصر حتی صار مثلاً

انہی علی ما نقلہ علاء محمد حیوۃ الاقیاف فی بیان سبب اختلاف ترجمہ کیا جو کچھ ابو حنیفہ نے
 کہا ہے میں بھی وہی کہوں گا اور کیا کند ذہن و رقصہ و اگر سوا کوئی اور بھی تقلید کرتا ہے۔ اس
 قصہ کو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے پھر ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ بات امام طحاوی
 (اور یہاں تک مشہور ہوئی) کہ مثل اور کہا ونگے میں سار کلام علامہ محمد حیات نے اقیاف فی بیان
 اختلاف میں نقل کے ہر این الغر نے تنبیہات علی شکلات الہدایۃ میں فرمایا ہے میں یہ تعصب حداث
 غیر الرسول علیہ السلام ویری ان قوله هو الصواب الذی یجب اتباعه دون غیره وصال جاہل بل کا فریبنا
 فان تاب ولا قتل لجلد بمنزلۃ النبی المعصوم۔ ہذا کلام ترجمہ جو شخص رسول اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی خاص
 ایک ہی کے مذہب پر اثر ہو اور یہ نہ جاکر اوسیکہ بات صحیحہ واجب الاتباع ہو اور کیسے نہیں تو وہ گواہ
 اور جاہل ہے بلکہ کافر ہے کیونکہ اوسنے اپنے امام کو منبر لہ نبی علیہ السلام کے ٹہرا لیا ہے اوس پر تو بکر کرنا چاہیو
 اب اگر تو بکر کرے تو بہتر ہے ورنہ قتل کیا جائے اس قول کو علامہ مارون رجا حنفی نے نافورۃ الحق نے
 فوضیۃ العشاء اولہ الغیب الشفق میں اور علامہ معین الدین نجی درسات البیہ فی الاسوۃ الحسنۃ للعبید
 میں ذکر کیا ہے شیخ ابن الہمام جو فقہ و رسول میں حنفیوں کا رئیس ہے فتح القدر میں فرماتا ہے
 لا دلیل علی وجوب اتباع المجتہد المعین بالتزام نفسه ذلك ثم لا دلیل علی اقتضای العقل قبول
 مجتہد فیما احتاج الیہ بقولہ تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم تعلمون والسؤال انما یتحقق عند الحاجة
 المعینۃ وحينئذ اذا ثبت عند قول المجتہد وجب العمل به والغالب ان مثل هذه یعنی منع الانتقال
 الرایات منهم کلف الناس عن تتبع الرخص اخذ العامی فی کل مسئلۃ بقول مجتہد اخفا علیہ ان لا
 ادعایہ من هذا من النقل او العقل فلو ان انسان تتبع ما هو اخف علی نفسه من قول مجتہد مسوغ لہ
 لاحتجہا کما علمت من الشرح ذمہ علیہ کان صلی اللہ علیہ وسلم یجب ما خفف علی امتہ انہی ترجمہ ابنی آپ پر
 خاص ایک معین مجتہد قول و فعل کو لازم کر نے سے اوسکی تقلید واجب ہو کر کوئی بھی تو دلیل نہیں
 بلکہ دلیل کا مقتضی تو یہ ہے کہ خواہ کوئی سا مجتہد ہو اوسکی قول پر جس مسئلہ میں حاجت پڑے عمل کیا جائے
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ اور پوچھا جی جاتا ہے

شیخ ابن الہمام
 جو فقہ و رسول میں
 حنفیوں کا رئیس ہے
 فتح القدر میں فرماتا ہے

جبکہ کوئی حادثہ پیش ہو اور جب وہ اُپڑا تو اس وقت اگر مجتہد کا قول سکے پاس ہو اس پر عمل واجب ہوگا اور میرا ظن غالب یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں بغیر ایک مذہب کے دوسرے مذہب میں چلے جانا فقہان کے طرفہ لوگوں کو آسان باتیں تلاش کرنے اور عامی کے ہر مسئلہ میں کسی مجتہد کے سہل بات پکڑنے سے روکنے کے لئے الزامات میں اور میں نہیں جانتا کہ کونسی نقلی یا عقلی دلیل اس سے منع کرتے ہے لیسے کہ انسان کے اپنی اور پر کسی مجتہد کے ایسے ہلکی (اور آسان) بات جو مجتہد کا اجتہاد جائز کرے نیز کی قباحت مجتہد سے کوئی معلوم نہیں ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ ہم پر کیا کا خیال تھا کہ اپنی امت پر تخفیف اور آسانی پسند فرمایا کرتے تھے ابن ماریہ نے عرض کی تھی کہ قول اللہ تعالیٰ اعلیٰ لا یخفف اللہ تعالیٰ اعداء من عبادہ بان یكون خفیاً اوما لکماً اوشافعیاً اوجہلیاً بل اوجب علیہم الايمان بکاف بکاف بکاف اصل اللہ علیہ وسلم انھی ترجمہ جانا چاہئے کہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہ دین کو سیکھا اس امر کی تخفیف نہیں دی کہ وہ خفی بنی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بلکہ انہیں اسی بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے جسکے لئے ہمارے سرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معوث کہا سید با و شامہ شرح تحریر ابن الہمام میں تحریر فرماتا ہے افتی الشیخ المتفق علی علمہ وصلاحہ العلامة عنہ الذین بن عبد السلام فی فتاویٰ لک لا یعین علی العالی اذا قلد اما ما فی مسئلتان یقلدہ فی سائر مسائل الخلاف لان الناس من لدن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب تساءلون فیما یتسمیہم العلماء المتخلفین عنہ لکیون انھی ترجمہ شیخ علامہ عبدالدین بن عبد السلام نے جسکے علم وصلاح پر اتفاق ہو چکا ہے انہوں نے میں یون فوی دیا ہے کہ عامی پر جبکہ وہ کسی مسئلہ میں کسی امام کے تقلید کر بیٹھی یہ کہ کوئی مقرر نہیں کہ وہ اور رسولوں میں بھی جنہیں اور امام خلاف پر ہوں اور اسکے تقلید کرے کیونکہ لوگ صحابہ کے وقت سے لے کر اب تک لکھتے تک ایسے مورخین جو ان کے لئے جائز ہوں طرح طرح کے علما سے بی کہنے پوچھتے ہیں۔ اس کا کلام اس امت کی حکمت دان شاہ ولی اللہ دہلوی عمری نے نقل کیا ہے چنانچہ ان کی یہ عبارت ہے وقال (یعنی الشیخ ابن عبد السلام) لم یزال الناس یسئلون من اتفق من العلماء من غیر تقلید ہم ہی لکھتا ہوں علی احد من لسان ان ان ظهرت المذاهب ومتعصبوا من المتخلفین انھی ترجمہ کہہ لکھتا ہوں شیخ عبداللہ

۱
ترجمہ شیخ عبداللہ
بن عبد السلام نے
میں یون فوی دیا ہے
کہ عامی پر جبکہ وہ
کسی مسئلہ میں کسی
امام کے تقلید کر
بیٹھی یہ کہ کوئی
مقرر نہیں کہ وہ
اور رسولوں میں
بھی جنہیں اور امام
خلاف پر ہوں اور
اسکے تقلید کرے
کیونکہ لوگ صحابہ
کے وقت سے لے کر
اب تک لکھتے تک
ایسے مورخین جو
ان کے لئے جائز ہوں
طرح طرح کے علما
سے بی کہنے پوچھتے
ہیں۔ اس کا کلام
اس امت کی حکمت دان
شاہ ولی اللہ دہلوی
عمری نے نقل کیا ہے
چنانچہ ان کی یہ عبارت
ہے

کہ ہمیشہ سے (چارون) مذہبوں اور اذکر مقلد متعصب لوگوں کے نکلنے تک (عام) لوگ جس کسی عالم
 سے اتفاق پڑا مسئلہ پر چہرہ زمین نہ کسی مذہب کی قید تھی اور نہ کوئی اس قسم کے مسئلہ پر چہرہ والے کو
 برا کہتا تھا ملاحظہ فرمائیے جو اب التزام مذہب معین میں ایک سال متعلّق تصنیف کیا ہو چکا نام عقیدۃ
 ہو اس میں ہی تفصیل سے التزام مذہب تک نفی کر کے اخیر میں فرما میں تحصیل کا ذکر کیا اندلیس علی الناس التزام
 مذہب معین وانیجوز لہ العمل بأخالف ما عمل علی مذہبہ مقلدین ائیدہ غیر امام شیخ
 شریطہ علی یامریں متضادین حادثین لا یقلقوا احدیہ منہما بالآخری ترجمہ میں اصل ہو چکا مذکور
 کہ فارم نہیں بلکہ التزام مذہب کا اور بڑا بڑا سکھ کے گناہ کا اس کو پہلے اپنی مٹ چکا دوسرا نام عقیدۃ شیخ الکبر لقب بکرت
 احمد خاتمہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔ الذی اوصیک بہ ان کنتم علی ما فہم علیک ان تعل بخلاف
 ما اعطاک اللہ تعالیٰ ویصلک ویحرم علیک تقلید غیرک مع تمکنک من حصول الدلیل فان لم تکن فی
 ہذا الدرجۃ وکنّت مقلداً فایاک ان تلتزم مذہباً بعینہ بل اعل کما امرک اللہ تعالیٰ وھون
 اھل الذکر ان کنتم لا تعلم و اھل الذکر ھم العلماء بالکتاب السننہ فاطلب فی الحجج فی نازلک
 ما استطعت واسأل عن امر خصہ فی ذلک حتی یجداھا فان اللہ تعالیٰ یقول ما جعل علیکم فی الدین من
 حرج فان قال لک المفتی ہذا حکم اللہ تعالیٰ او حکم رسولہ فی مسئلتک فخذ بہ وان قال ہذا اراعی
 فلو تاخذ بہ و ل غیروہ انتجی ترجمہ جس بات کے میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر
 تو عالم ہو تو تجھ کو جو اللہ تعالیٰ نے دلیل دی ہے اس کے برخلاف عمل کرنا حرام ہے اور حجت دلیل
 حاصل ہو سکتے ہے تو پہر تجھ کو اپنی ذات کی سو اس کی اور کی تقلید حرام ہے اور اگر تو اس درجہ پہ
 نہیں بلکہ مقلد ہے تو دیکھنا کہ میں ایک ہی مذہب کو خاص کر لازم کر لینا بلکہ جیسی تجھے اللہ تعالیٰ
 نے حکم فرمایا ہے ویسی ہی عمل کیجو اور وہ یوں ہے کہ تو اگر خود عالم ہو تو اہل ذکر سے پوچھو اور
 اہل ذکر وہ لوگ جنہی قرآن و حدیث و فقہ امیرین و خوب تاجرین سو یہ اہل ذکر سے مسئلہ پوچھنے کے تو
 جہاں تک ہو سکے اپنی واردات میں ایسی سہولیت دے دو کہ وہ یہی جو جس سے تکلیف اور تنگی
 جاتے رہو اور اس میں اس کے جائز ہو نہ کیا سوال کرتے ہو یہاں تک کہ تو اوسوی یا لیوی

مکتبہ تمام شریعت کو لیکر اور عمل کر کے دو فضول مختلف پڑان دو فضول میں جن میں ایک کو دوسرے کے ساتھ تعلیق ہو

اور یہ نہ یاد رکھنا کہ اگر تجوہ مفتی پر یہ کہتے تھے کہ یہ اس مسئلہ میں بہت اہل علم تھے یا اس کے رسول کا حکم ہے تو تو
 وہ جواب دینا اور اگر یوں کہے کہ یہ میری رائے میں ایسا آنا ہے تو مت لیجو کسی اور سیوچو
 امام رافعی جو بڑے جلیل القدر شافعیوں میں سے ہیں فرماتے ہیں لا واجب لکما اوجبہ اللہ تعالیٰ
 ورسولہ ص و لم یوجب اللہ تعالیٰ ورسولہ علی احد من الناس ان یتخذ مذہباً من المذہبات فقلنا فی ذلک
 کل ما یاتی منہ ویرد غیرہ علی ابن حزم قال اجمعوا انہ لا یجوز لکما حکم ولا مفتی تقلید رجل فلاحکم
 ولا یفتی لا بقولہ انتھی ترجمہ واجب و ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے واجب کیا ہو
 اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کسی آدمی پر بھی واجب نہیں کیا کہ وہ امام نہیں بنے کسی
 شخص کے مذہب کو اپنا مذہب بنا کر اپنے دین میں اس کے ہدایت کی تقلید کرے اور اور وکی بات کو
 رد کرتا رہے اور سنو ابن حزم نے کہا ہے کہ علما اجماع کیا ہے کہ کسی حاکم اور مفتی کو کسی ایک شخص کے
 تقلید کر کے اس کی قول بوجہ حکم اور فتویٰ دینا حلال نہیں اس قول کو بھی ناخوہہ الحق میں
 ذکر کیا ہے شیخ ابن حارب لکلی نے اپنی شرح میں فرمایا ہے - ان العلما فی السلف کانوا
 یستفتون الفقہاء من غیر رجوع الی معین من غیر تلک فعل الاجماع علی الجواز انتھی علی ما نقلہ الشیخ
 ولی اللہ الحکیم الدھلوی فی عقد الجید - ترجمہ یقیناً عام لوگ سلف میں علما سب بے روک مسئلہ پوچھا
 کرتے تھے یہ نہیں کہ خاص ایک ہی سیوچوچین اور کسی کی طرف رجوع ہی نہ کریں اس لئے علی التبعین
 کسی سے مسئلہ پوچھ لینے کی جائز ہونے پر یہہہ اجماع ہوا - علامہ امیر ابن الحاج حنفی نے شرح تحریر
 فرمایا ہے وقد انطوت القرون الفاضلة علی عدم القول بذلک بل لا یصح للعامة مذہب مذہب
 لعدم تأملہ و لیس لہ نظم بصیرۃ بالمد مذہب علی حسنہ ولا یعرف فتاویٰ امامہ و اقوالہ و دعوائہ انتھی
 او شافعی کہ قولہ نا فقیہ وغوی و کیف یصح لہ الاتساب الا بالمدعی المحدث من الحجۃ والقول للعنازع
 من المعنی من کل وجہ انتھی ترجمہ بہتر زمانوں کے لوگ اس بات کے قائل نہوتے پر لپٹی (اور)
 رہے ہیں بلکہ (کہتے ہیں کہ) عامی کا کوئی مذہب نہیں اگرچہ وہ کسی کے مذہب کو اپنا مذہب ٹھہرائے
 کیونکہ اسے تو کچھ سمجھتا ہے نہیں نہ اس سے (کتا بون میں) نظر اور مذہب کے اچھے مسائل کے

برخلاف اور نوگو بھی کر لیتی تھے اور اس پر انکار نہیں کیا۔ سو جو کچھ ہم نے کہا ہو اور سو پر یہ جملہ ہوا
 رہی ہو اسکے (یعنی امام کے) قول کے فضیلت سو نوری مقلد کو اوسکو اس خاص مسئلہ میں جاننا کہ کوئی
 سبیل نہیں۔ اس لئے یہ تقلید کے لئے شرط ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ یوں تو ہمیں یہ وقت پڑی کہ
 عام مقلد کو کوئی تقلید جائز ہی نہ ہو۔ سو ہم اگر اپنا اس مسئلہ میں یہ تسلیم ہی کر لیں تو یہ ہمیں کون
 مشکل پڑی کیونکہ اوسو بسا اوقات ایسی حدیث یا خبری کی قیاس کے اطلاع ہو جائیگی جو اسکے
 امام کے مذہب کے خلاف ہو نوگو اب وہ اس میں اپنا امام کے غیر کی فضیلت کا معتقد بن بیٹھیں گے۔ اور (یہ
 خیال رہے کہ) اسکے بعض ایک مذہب کے دو سر پرست جائیگی جو ان کی طرف اکثر علماء گویا ہیں اور نہیں
 سے ہی اندھی اور ابن حاجب اور ابن ہمام اور نو قوسی اور ابو سکیو پیر وشل ابن حجر اور ربیع کے
 اور حنبلیوں اور مالکیوں میں سے اس قدر جماعتیں جن کے نام لینیو سے کلام بڑی لمبی ہوتے ہے
 اور یہ ایسی بات ہے کہ چہرے تاخرین میں سو چاروں مذہب کے مفتیوں کا اتفاق (مستعد ہو چکا)
 ہے اور انہوں نے اوسکو معتقدین کے کلام سے نکالا ہو۔ ایضا شاہ صاحب صوفی عقد حمید
 میں فرماتے ہیں نقل الشیخ عبد الوہاب الشمرانی عن جماعة عظیمہ من علماء المذاهب انہم کانوا
 یعملون ویفتون بالمذاهب من غیر التزام مذہب معین من صاحب المذاهب لزمانہ
 علی وجہ تفضی کلامان ذلک لم ینزل العلماء قدیمًا واحدًا حتی صار بمذاہب المتفق علیہا
 سبیل المؤمنین الذی لا یصح خلافہ انتہی ترجمہ شیخ عبد الوہاب شمرانی نے علماء مذہب کے
 بڑی بہاری جماعت سو ایسے ڈھنگ سو یوں نقل کیا ہے کہ لوگ مذہب والو نوگز زمانہ سے لیکر
 اوسکے زمانہ تک مذہبوں کے بموجب التزام کے خاص مذہب کے عمل کرتے اور فتویٰ دیتے رہے
 ہیں جس سے اوسکی کلام کا یہ مقتضا نکلتا ہے کہ یہ امر ایسا ہے جیسے پڑانے اور نو علماء انتہی
 چلے آئے ہیں یہاں تک کہ یہ بمنزرت متفق علیہ کے ہو گیا اور مومنین کے لکھو ایسا راستہ بنا جسکا
 خلاف جائز ہے نہیں اور اصل کلام امام شمرانی کا میزان کبریٰ میں اصغر ص ۴۴ وغیرہ مطالعہ
 کرنا چاہئے ملا عبد سندھی نو طول مع الانوار حاشیہ در فتاویٰ میں فرمایا ہے ووجوب تقلید

کام مقصد مذہب

تقلید مجتہد معین لاجتہ علیہ کلام الشریعہ و لا من جهة العقل كما ذكره الشيخ ابن المعمّر من الخفیه
فی فہم الفقہ یرو فی کتاب المسی بتجیر الاصول وبعد م و حیحہ صرح الشیخ ابن عبد السلام فی مختصر
متنہی الاصول من الماکتہ والمحقق عضد الدین من الشافعیہ و ذکر ابن امیر الحاج فی التخصیر
شرح التخریر ان القرون الماضیہ اجمعوا علی انہ لا یجوز لحاکم ولا مفتی تقلید رجل واحد بحیث لا یجوز
ولا یفتی فی شئی من الاحکام الا بقولہ انتہی ترجمہ اور مجتہد معین کے تقلید واجب ہو فی ہر کوئی بھی
دلیل نہیں ہے نہ شریعت اور نہ عقل کے جہت سے چنانچہ خفیه میں سے ابن ہکیم فہم الفقہ
شرح ہدایہ میں اور اپنی کتاب میں جبکہ نام تحریر الاصول ہے ذکر کیا ہے اور مالکیہ میں سورنج
ابن عبد السلام نے مختصر شری الاصول میں اور شافعیہ میں محقق عضد الدین نے بھی اسکو جواب
نہو نیکیہ خوب ہے تصریح کے ہے اور ابن امیر الحاج نے تجریر شرح تحریر میں ذکر کیا ہے کہ (سلف)
اسیر اجماع کر چکے ہیں کہ کسی حاکم یا مفتی کو ایک شخص کے تقلید بطرح کہ کسی سلف میں بھی اس کے
قول کے سوا اور کسی قول پر نہ وہ حکم اور نہ یہ فتویٰ دے حلال نہیں **فاضی** شمار اس حدیث
پانی پتی نقشبندی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں **واما اذا لم یکن اھلہ فضرہ ما قال** اللہ تعالیٰ
فاستلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون و اذا اجاز ائمتہ المستفتی علی ما یکتب لہ المفتی من کلامہ و کلام
شیخہ وان علا فلا یجوز اعتقاد الرجل علی ما کتب لثقات من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اولی بالجواز و اذا قدر انہ لم یفہم الحدیث فلما لم یفہم فتویٰ المفتی فسال من یعرف معانہ فذلک
الحدیث وان کان الرجل متبعاً لا یحذیقہ او مالک او الشافعی او احمد رضی اللہ عنہم و ارئی فی بعض
المسائل ان مذہب غیرہ اقوی منہ فاتبع کان قد احسن فی ذلک ولم یقدح ذلک فی دینہ و لا فی عدلہ
بلو نزاع بل هذا اولی بالحق واجب لی اللہ تعالیٰ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن يتعصب لرجل معین
غیر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ویری ان قوله هو الصواب لذی یجب اتباعہ و ان کلامہ الآخرین
فمن حال جاہل خایہ ما یقال انہ یسوغ او یجیب علی العافی ان یقلد واحداً من الائمة من غیہ
تعیین زید کعمرو انتہی ترجمہ اگر اہل علم نہ ہو تو اسکا فرض وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر

تم آپ نہ جانو تو اہل ذکر سے پوچھو۔ اور جبکہ مفتی ہی کی لکھی ہوئی کلام یا اسکے
اوستاد یا اوستاد کے اوستاد یا اسی طور سے اوپر کے اوستاد کی کلام کو فتویٰ
پوچھنے والے کا مان لینا جائز ہے تو اسے اون احادیث رسول اللہ صلعم کا ماننا جو
بڑے معتبر علمائے لکھے ہیں بطریق اولے روا ہو گا۔ اور اگر بالفرض وہ حدیث کو
سمجھا نہیں تو جبیکہ مفتی کے فتوے کو نہ سمجھ کر کسی جا کا شخص سے اس کے پوچھنے
ہتے ویسے ہی حدیث کا مطلب کسی عالم سے پوچھ لے۔ اور اگر وہ شخص ابو حنیفہ یا ایک
ایشافی یا احمد رضی اللہ عنہم کا متبع ہو اور بعض مسائل میں کسی اور کا مذہب اس کے
اچھا سمجھ کر اس کا متبع ہو جاوے تو بڑا اچھا کام اور بلا نزاع اس سے نہ تو اس کے
دین میں اور نہ اس کے (فقہ اور) معتبر ہو نہیں کوئی رخصت بڑا بلکہ حق یہی ہے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی زیادہ تر محبوب ہے۔ اب جو کوئی رسول اللہ صلعم کے
سوا کسی اور ایک ہی کی مذہب پر اڑا رہے اور یہ یقین کر بیٹھے کہ یہی (حق اور)
اوس درجہ کا صحیح ہے کہ اوسیکے اتباع واجب ہے اور امانوں میں سے کسی کی
اتباع نہ چاہئے تو وہ شخص گمراہ اور (دین سے) جاہل (اور نا واقف) ہے۔ بڑی
سے بڑی بات یہ ہے کہ عامی کو مطلقاً امانوں میں سے کسی ایک امام کی تقلید
تبعین زید و عمرو کے جائز یا واجب ہے (نہ یہ کہ ضرور اوسی ایک ہی امام کی تقلید
ہر سلسلہ میں کرنی چاہئے) نیز اوسی رسالہ میں فرماتے ہیں وَمَنْ تَعَصَّبَ بِوَاحِدٍ
بِعَيْنِهِ مِنَ الْأُمَّةِ دُونَ الْبَاقِينَ كَالرَّافِضِيِّ وَالنَّاصِبِيِّ وَالْخَالِجِيِّ فَهُوَ ظَرِيقُ أَهْلِ الْبَدَنِ وَالْأَهْوَاءِ
الَّذِينَ ثَبَتَ بِالْكَتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ أَنَّهُمْ مَذْمُومُونَ خَارِجُونَ عَنِ الشَّرِيعَةِ أَنْتَنِي تَرْجُمُهُ
جو کوئی ائمہ میں سے اور دن کو چھوڑ کر خاص ایک ہی کے مذہب رافضی اور ناصبی
اور خارجی کی طرح اڑا رہے تو (اوسکا) یہہ (فعل) اہل بدعت و فسادیت کا طریقہ
ہے جنکی مذمت اور ان کا شریعت سے خارج ہونا قرآن اور حدیث اور اجماع

کوئی ہمالیہ

معین غیر لازم انتہی کا ترجمہ کیا مثلاً جو کسی مسئلہ میں کسی مذہب پر عمل کرنا لامہودہ اور مذہب
سوا کسی اور کی تقلید کرے (یا نہیں) (اچھا اور) صحیح مذہب (ان) (کر لے) کیونکہ یقیناً
ہو چکا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لیتے لیتے اس زمانہ تک مسئلہ پوچھنے والے کبھی ایک
سے کبھی دوسرے سے فتوے پوچھ لیتے تھے ایک ہی مفتی سے چٹے نہیں رہتے تھے اور یہ بات
اور نہیں عام (تام) تھی اور ہوتی ہی رہا کرتی تھی اور اس پر انکار نہیں ہوا اور یہاں پر کہ ایک ہی
مذہب ہی چٹتی رہنا جائز نہیں اجماع تھا ملا علی قاری شیح مین العلم میں فرماتے ہیں ومن العلوم
ان الله سبحانه وتعالى ما كلّف احد ان يكون حنفيا او مالكيا او شافعيا او حنبليا بل كلّفهم
ان يعملوا بالسنة ان كانوا علماء او بفكره والاعلماء ان كانوا اعمالا و انتہی
ترجمہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا
حنبلی بنے بلکہ انہیں یہ تکلیف دی ہے کہ وہ شریعت کے بموجب عمل کرے اگر عام ہوں یا علماء
پیر وی کرین اگر نا واقف ہوں شیخ عبدالحق دہلوی تحصیل التفرغ فی معرفت الفقہ والتفہم
میں فرماتے ہیں لزوم اتباع المجتہدین والاختداء بهم فیہ طریقان فکان طریق المتقدّمین
انہم لا یرون التوام منہم معین و اتباع مجتہد واحد بل کان المجتہدین بالعلم بالاجتہاد ہم و کان
سبیل العوام ان یستفتوا الفقہاء و یرجوا الیہم من غیر متابعت احد بعینہ قال الحافظ ابو محمد بن
حزم الظاہر ما نعلم احد فی ہذا القرون الثلاثۃ الذین ہم خیر القرون اخذ بقول احدهم بعینہ و
انما حدّ ذلك بعد تلك القرون الثلاثۃ الذین ہم خیر القرون من غیر انکا احد فحل ذلك محل الاجماع
دیلم علی خلق قولہ فاسئلوا اهل الذکر انکم لا تعلمون ویقولون ان الناس ما مویرون بالعلم بالکنائس السنۃ
والاجماع وقتہ بالعلم فیما یفتنون فیما التبعین للتخصیص المان قال و هذا القول اقرب الی الاصل والعدل انتہی ترجمہ
مجتہدوں کے اتباع اور انکی پیروی واجب ہو نہیں دو طریق ہیں سو مستفیدین کا یہ طریق
ہے کہ وہ خاص مذہب اور ایک ہی مجتہد کے اتباع کو واجب نہیں جانتے تھے بلکہ مجتہدوں کا
طریق یہ تھا کہ اپنے اجتہاد کے بموجب عمل کرین اور عوام کا طریق یہ کہ علماء سے فتوے لین

اور خاص ایک ہی کے متابعت کے بدون ادنیٰ کس طرح رجوع کریں۔ حافظ ابو محمد بن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قرون ثلاثہ میں جو کہ خیر القرون میں ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے خاص ایک ہی کے قول کو پکڑ رکھا ہو بلکہ یہ امر اونیون قرون کے بعد جو سب قرون سے بہتر ہے نکلا ہے اور اسپر کیس کا انکار نہیں ہوا تو اب یہ بمنزلہ اجماع کے ٹہرا۔ اسپر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں خبر نہ ہو تو خبردار لوگوں سے پوچھ لیا کرو اور کہتے ہیں کہ لوگوں کو حکم ہے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع کے بموجب عمل کریں اور علما کے فتوؤں کے پیچھے لگیں جب ہا یوں ہرے تو ایک ہی مذہب کو اپنے لئے خاص اور معین کر لینے کی کیا وجہ یہاں تک کہ کہا کہ یہ بات الصفات اور عدل کے زیادہ تر قریب ہے (۱) اور قابل تسلیم و لائق عمل ہے) ۱۲۔

فہرست مضامین مطالب سالہ مفاتیح لاسرار الترایج

صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب
۲	حمد و لغت و سبب تصنیف رسالہ	۴	دوم۔ نقل عبارت بحر الرائق	۱۱	ثالث۔ نقل عبارت تخریج رافعی
۳	مفتربون کا افترا اور اسکا جواب	۶	سوم۔ نقل عبارت طحاوی		لا شیخ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ
۴	حدیث کئی بالمرکز بان بحدیث	۸	چہارم۔ نقل عبارت اندالوسی	۷	رابع۔ حوالہ نیل الاکار لشوکانی
	بکل باسبح	۹	پنجم۔ نقل عبارت نفحات رشیدی	۸	خامس۔ نقل عبارت عمدۃ القاری
	نقل فتوے مولانا سلسلہ عدم	۹	ششم۔ نقل عبارت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	۱۲	سادس۔ نقل متوسطہ اردو
	ثبوت سنیت بیت رکعتیہ	۱۰	ہفتم۔ نقل عبارت نیل الاوطار	۱۳	سابع۔ نقل عبارت حادہ رشیدی
	وضع اتہام اور اسباب کی طرف اشارہ کہ مخالفین کا رسالہ مولانا	۱۰	شرح منتقى الاخبار للامام الشوکانی	۱۴	ثامن۔ نقل عبارت تہذیب الکمال
	خطابہ کو مروجہ کی تصنیف نہیں۔		ہشتم۔ نقل عبارت سیوہی کے رسالہ الترایج کی	۱۵	نہم۔ نقل عبارت تدریج لارو
۵	شروع نقل عبارات علما حنفیہ وغیرہم سنہ نہونین میں رکعت تراویح کے۔		شروع نقل ادون عبارات کا جو اس امر کے متضمن ہیں کہ بدین کی حدیث ضعیف ہے۔		شروع ردو و دفع اعتراضات
۶	اول۔ نقل عبارت فتح القدیر شیخ ابن ہمام کا۔		اول۔ نقل عبارت فتح القدیر ثانی۔ نقل عبارت شجر النہال		سندہ جو رسالہ مفتربون نے مذکور بمولوی غلام رسول صاحب رحمہ اللہ
					قول اول مفتی حضرت مولانا سلسلہ

صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب
۱۱	واعتراض معترض اور اوسکا دفع وجواب	۱۸	جواب ایسا کہ مفتی نے کبیری سے میں رکعت میں سائب کی روایت کیوں نہ لی	۱۱	بیان ایسا کہ ایک ہی سواد اعظم اور امت کیلئے ہے۔
۱۲	بیان سے فضائل میں منعیف عمل جائز ہونے کے۔	۱۹	قول امام ابن الصلاح کہ ہم اسی حدیث کو صحیح کہیں گے جسے ائمہ سلف نے صحیح کہا ہو ہم خود نہیں پہنچا سکتے۔	۱۲	بیان ایسا کہ تعامل اہل حنیفہ جو کتابی سنت کی طرف مستند نہیں ہو سکتے۔
۱۳	حدیث منعیف کے قدر و طرح سے حسن ہو جائیگے۔	۲۰	مکتبہ صحت حدیث میں جاریہ نقل لائے ہیں۔	۱۳	جواب اس الزام کا پہلے معترض پر الزام
۱۴	امام بخاری کے قول کو کفر و کفر سے	۲۱	نقل عبارت امام ابن الصلاح جس سے ہماری دعویٰ کی تفسیر اور معترض کے اس قول کا کہ شیخ عبدالحی و شاہ ولی اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے رد	۱۴	جواب اس الزام کا دوسری مثال اور تیسری مثال
۱۵	معترض کے شواہد اور طرق میں فرق کر نیکا بیان۔	۲۲	ادل نقل روایت ابن ابی شیبہ دوم نقل روایت سوطا سوم نقل روایت سعید بن مسعود چہارم نقل روایت حیا الملیل دفع ابن اثربا و کا کہ حضرت علی و عثمان کے عہد میں صحیح ہو گیا	۱۵	جواب اس الزام کا پہلے معترض پر الزام
۱۶	دوسرا قول حضرت مفتی سید کا اور اعتراض معترض۔	۲۳	حضرت عمر کے زمانہ میں آنحضرت ہونگے۔	۱۶	جواب اس الزام کا دوسری مثال اور تیسری مثال
۱۷	معترض سے مفتی صاحب کے حق میں الفاظ ناٹاٹا کافر نہ ہونا	۲۴	بیان قاعدہ اصول خلاف الراجح مانع کا۔	۱۷	جواب اس الزام کا پہلے معترض پر الزام
۱۸	بیان بیعلیٰ معترض کا جواب اعتراض مذکور	۲۵	بیان قاعدہ اصول خلاف الراجح مانع کا۔	۱۸	جواب اس الزام کا پہلے معترض پر الزام
۱۹	مرسل کے حنفیہ کے نزدیک حجت ہونیکا رد اور اوسکی تحقیق۔	۲۶	بیان قاعدہ اصول خلاف الراجح مانع کا۔	۱۹	جواب اس الزام کا پہلے معترض پر الزام
۲۰	حجۃ اللہ میں سوطا کی حدیثیں صحیح کہنیکا مطلب	۲۷	بیان قاعدہ اصول خلاف الراجح مانع کا۔	۲۰	جواب اس الزام کا پہلے معترض پر الزام
۲۱	معترض کے کذب ثابت کر نیکا حجۃ اللہ کی عبارت کا نقل کرنا رد قول معترض کہ مفتی نے عبارت حجۃ اللہ سے چشم پوشی کی اور ائمہ سلف حنفی کی کلام سے مستند پڑھی۔	۲۸	بیان قاعدہ اصول خلاف الراجح مانع کا۔	۲۱	جواب اس الزام کا پہلے معترض پر الزام

صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب
۶۲	جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کی عہدِ وفات کو اپنے حق میں کم سے کم کیا حکم فرمایا۔	۶۳	نفل عبارت حجۃ اللہ الباقیہ اور امور خلفائے بلا استناد	۶۴	نظیر سنت معمولہ خلفائے کبار
۶۵	در فتح کھٹا۔	۶۶	سنت نبویؐ کی حد اور جوکر میں	۶۷	اس کے بعد مثال دل حضرت عمرؓ کا یتیم جینی کی باب میں
۶۸	تخصیص آیت و اربعہ اہل بیت	۶۹	مثال دل حضرت عمرؓ عثمان رضی اللہ عنہما کا مجمع سے منع کرنا	۷۰	حدیث عمار بن یاسر کو قبول کرنا۔
۷۱	جو با قول مثنیٰ صاحب کلمہ اور اوپر سے قرآن کے اعتبار سے	۷۲	اسمیں ابن عمرؓ کا کسی کے سوا ان کے جواب میں فرمانا	۷۳	دوسری مثال حضرت عسکریؑ وغیرہ کا نفقہ دیکھنے سے منع کرنا
۷۴	حدیث بلکہ کتب سنتی و معتبرہ	۷۵	اتباع امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا یا میری باپ کا۔	۷۶	باب میں حدیث فاطمہ بنت قیس کو نہ قبول کرنا۔
۷۷	رکعت کی سند ہونا تب مقصود ہے جبکہ درعیان اور رابعہ	۷۸	مثال دوم حضرت عمرؓ کا جینی کو یتیم سے منع کرنا۔	۷۹	اس میں مقام میں جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کا دفع
۸۰	قرین ثابت کرین	۸۱	مثال سوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہر کتب سے منع کرنا	۸۲	تہمت شریح حدیث مذکور
۸۳	آمر اول آخر دوم	۸۴	مثال چہارم علی مرتضیٰ کا قوم مرندین کو جلا دینا۔	۸۵	اس میں جمع کا جمع سے مقابلہ
۸۶	تہمت مذکور کی شرح مفسرین	۸۷	حضرت ابو بکرؓ کا عمر فاروقؓ کو قرآن جمع کرنے سے منع کرنا	۸۸	جمع معارف باللام کا معنی ہونا جہانگہ عہد نبوی۔
۸۹	چند فوائد	۹۰	پھر بعد اتفاق دونوں کے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا منع کرنا۔	۹۱	مقابلہ جمع کا جمع سے مقابلہ
۹۲	شرکیب اضافی سنتہ الخلفاء	۹۳	نتیجہ حدیث مذکور کی شرح میں	۹۴	احاد کا احاد سے ہونا۔
۹۵	قاعدہ اول المعروف اذاعہ	۹۶	اس پر جو شبہ وارد ہوتا ہے اس کا دفع	۹۷	بعض افاضل کا استغراق
۹۸	الابی آخری۔	۹۹	نتیجہ حدیث مذکور کی شرح میں	۱۰۰	عام کا جمیع افراد میں مانکر
۱۰۱	بیان اسکا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو منصب تخلیل وغیرہ کا نہیں۔	۱۰۲	اس پر جو شبہ وارد ہوتا ہے اس کا دفع	۱۰۳	استغراق افراد میں نکالنا اور
۱۰۴	اس کا سرسید کا تفسیر پر مبنی	۱۰۵	نتیجہ حدیث مذکور کی شرح میں	۱۰۶	اس کا رد اور عیارات توضیح
۱۰۷	تشریح آنحضرت ﷺ کے کتب	۱۰۸	نتیجہ حدیث مذکور کی شرح میں	۱۰۹	و تلویح کا نقل کرنا۔
۱۱۰	تشریح آنحضرت ﷺ کے کتب	۱۱۱	نتیجہ حدیث مذکور کی شرح میں	۱۱۲	نتیجہ حدیث مذکور کی شرح میں

صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب	صفحہ	مضمون مطالب
۳۱	مذمت سے صحیح ہونے کا ثبوت	۳۱	مستند امر چہارم	۳۱	مستند امر مطالب
۳۲	تب ہی اس حدیث کا مصلحتی ہونے کی	۳۲	مستند امر پنجم و جواز نماز ایک رکعت کا مستند امر	۳۲	مستند امر مطالب
۳۳	بیان شبہ جو اس تقریر پر پاشی ہو رہا ہے	۳۳	ہر نماز میں فضیلت جماعت کا بیان اور نوافل کے گہر میں پڑھنے کی فضیلت	۳۳	مستند امر مطالب
۳۴	حضرت عثمان کے عہد میں آن جمیع ہونا اور جمعہ کی تین اذانیں پڑھ کر گئی	۳۴	مستند امر سیکھ	۳۴	مستند امر مطالب
۳۵	اوسکا جواب اور خبر کی نماز میں دو اذان کا بیان	۳۵	تعلیق اول اس امر کی تحقیق کرنا کہ اور صلوٰۃ اللیل فی نماز شبہ اور ایک ہی نماز کا نام ہے	۳۵	مستند امر مطالب
۳۶	امر چہارم	۳۶	اطلاعات شرع میں الفاظ کا معانی شرح پر عمل لانہ ہونا	۳۶	مستند امر مطالب
۳۷	کتاب فقہ و اصول سے سنت و مستحب کی تعریف کا ذکر	۳۷	اس پر شرح مستند اور شرح المستحب سے شہادت کا نام	۳۷	مستند امر مطالب
۳۸	شبہ اور سنت خلفائے زین	۳۸	وتر و قیام اللیل کے اتنی و پرشبہ اور اوسکارو	۳۸	مستند امر مطالب
۳۹	اوسکا جواب	۳۹	توضیح و شبہ و تفتیح مسئلہ	۳۹	مستند امر مطالب
۴۰	پانچواں قول مفتی صاحب کا	۴۰	جواز محض ایک رکعت کا قیام	۴۰	مستند امر مطالب
۴۱	ہدیت و صورت کا نماز میں پورا دخل رکھنا	۴۱	اللیل میں	۴۱	مستند امر مطالب
۴۲	اعتراض معترض اور اسکا جواب	۴۲	بیان اسکا کہ آنحضرت نے اس سے کم وتر نہیں پڑھے	۴۲	مستند امر مطالب
۴۳	وتر اور مغرب میں جامع کا بیان	۴۳	نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے	۴۳	مستند امر مطالب
۴۴	نماز میں نیت کا مقدم اور کرن اعظم ہونا	۴۴	نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے	۴۴	مستند امر مطالب
۴۵	جواب دہ چہارم و مستند امر اول و دوم و سوم	۴۵	نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے	۴۵	مستند امر مطالب

مستند امر مطالب

۱۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۲۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۳۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۴۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۵۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۶۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۷۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۸۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۹۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

۱۰۔ نفل جہارت محلے اس امر کے مفید ہیں کہ قیام اللیل کے لئے ایک ہی رکعت پڑھنی سنت ہوئی ہے

اشتہار واجب الاطہار

۱۸
صفیہ

لاہور کے عوام لوگ اور بعض علماء حق پوش ایمان فروش بیہ مشہور کر رہے ہیں یہ جو رسالہ اشتہار
میں لکھا ہے (کہ پیر شام کا جو مشہور ہے بنانا اسکا ساتھ پیر یا یہ سوکر اور بالجناب سرور علیہ
الصلوۃ والسلام کے پاس پیر انکے پاس سے پس کہا یا آنحضرت نے اسے اور نہ پہچا اسے)
یہ بات سب علماء لاہور دہلی وغیرہ نے جکے فتویٰ اس سالہ میں شامل میں لکھی ہے اور اسپر مہرین کی
ہیں چونکہ یہ محض کذب ہے اور سرسری بیان اسلئے حکم انقواء اضع التہم رد اسکا ضروری ہے سمجھ کر اشتہار
کیا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ وہ بات خاص ایک فتویٰ مولوی عطا محمد ہوشیار پوری کی ہے نہ کہ علماء
لاہور دہلی کی یہ لوگ اس کی مصدق نہیں گو وہ لوگ جنہوں نے تمام فتوؤں کی تصدیق کی ہے اور
کل سالہ کو سچا بتلا یا ہے اسکے مصدق خیال کیے جاسکتے ہیں پس واسطی تمیز اس امر کے کہ کون شخص اسکا
مصدق ہے اور کون نہیں یہ امر ضروری ہے کہ ہر ایک مفتی مصدق کے اعتبار الفاظ کو خود ایمان انفا و حیار کی
نظری دیکھا جاوے جس کی عبارت کل سالہ یا کل فتوؤں کی مصدق ہوا و سکو قائل اس عبارت کا سمجھا جاوے
اور جس کی عبارت میں کل کی تصدیق نہ ہو بلکہ کسی ایک ال خاص کا جواب ہو اسکو قائل مصدق خطاب نہ کرنا چاہیہ کیا جاوے چنانچہ علماء
دہلی لاہور کی جماعت کا یہی حال ہے کہ اوہیں سوالات خاصہ مضمون عبارت مذکور سے جدا گانہ کے جواب
تلمیذین میں نہ اس وہی عبارت کی اوہیں تصدیق ہے نہ باقی تمام فتوؤں کی جو رسالہ میں مندرج
ہیں جسکو شک ہو اصل رسالہ کو نسخہ منتقل وغیرہ کو نکال کر اور دیکھ لے اور اگر کسی کو یہ شبہ گذرے کہ جب
علماء دہلی لاہور کی مہرین اس سالہ پر ثبت ہیں تو وہ گو یا کل سالہ کی مصدق ہوئی تو جواب اسکا یہ ہے کہ علماء لاہور
دہلی کو باس یہ رسالہ مرتب ہو کر پیش نہیں ہوا بلکہ علماء سوال مستقل انکی باس ہو چو اور انکی جوابات انکی طرف سے
لکھے گئے جسکو خان احمد شاہ مولف رسالہ نے رسالہ میں شامل کر دیا علماء لاہور دہلی نے نہ کوئی فتویٰ مندرج رسالہ قبل
طبع کے کہہ سکیا اور نہ اسپر مہر کی واللہ علی اللک شہید و کفی بہ شہید ابیہ سی محیل بیان رد و از الہین
اس بیان کو تفصیل اسکی رسالہ کشف الاستار عن وجہ لاظہار میں جو خاص اس عبارت کو رد میں لکھا جاوے
ہے اور عنقریب طبع ہو جانے والا ہے موجود ہے۔